دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 5، جنوری 2017ء

ماہنامہ

فہمِ دین

جنید جمشید شہید رحمہ اللہ
کا آخری
یادگار انٹرویو

نئی نسل اور
ہماری ذمے داری

کامیاب
ازدواجی زندگی

حسین موت

The Burger Shack

SHACK SHROOM
SINGLE RS. 250
DOUBLE RS. 350

SHACK FULL HOUSE
SINGLE RS. 280
DOUBLE RS. 380

SHACK CHILI CON CARNE
SINGLE RS. 280
DOUBLE RS. 380

SHACK SMOKE HOUSE
SINGLE RS. 280
DOUBLE RS. 380

SHACK ORIGINAL
SINGLE RS. 230
DOUBLE RS. 330

Shop no. 3 & 4, 16C Lane 9 Sehr Commercial Phase 7
021-35845981 - 021-35845982

WWW.THEBURGERSHACK.ORG

زیر سرپرستی

عبدالستار حفظہ اللہ

فہم و فکر — پیش نظر

حسین موت	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ	08

مضامین

جھوٹ کی تین شکلیں	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
شہید جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ کا آخری انٹرویو	فہم دین پبلیکیشن	12
نئی نسل اور ہماری ذمہ داری	قاری عبد الرحمان	16
کنونشنل اور اسلامک فائنانس	غلام عباس	18
کامیاب ازدواجی زندگی	ابو یحیٰ محمد ہارون رشید	20
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	23
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	24

خواتینِ اسلام

اسلام میں زیب وزینت	معلمات مرکز فہم دین	27
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	31
ٹنگ ٹونگ	شیخ عظیم ترکر	32
دادی اماں	وزیہ ظفر	34

باغیچہ اطفال

بچوں کے فن پارے	آرٹ پیج	36
انعامات ہی انعامات	ادارہ	38
ضیا کے ضعیف دادا جی	ڈاکٹر الماس روحی	39
مفت کی نیکیاں	اہلیہ محمد فیصل	40

بزم ادب

نیا سال	جوہر عباد	42
امتِ مسلمہ کے نام	سید جمیل بخاری	43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہم دین کراچی

جنوری 2017ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0314-2981344 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

حسین موت

مدیر کے قلم سے

وہ کہا کرتا تھا کہ ’’اللہ نے انسان کے علاوہ باقی تمام مخلوقات کو اپنے نظامِ قدرت میں جکڑ رکھا ہے اور انسان کو بھی بہت تھوڑا سا اختیار دیا ہے‘ نہ اپنی مرضی سے دنیا میں آتا ہے‘ نہ اپنی مرضی کے خاندان میں پیدا ہو سکتا ہے‘ نہ اپنی مرضی سے بیٹا یا بیٹی اولاد لے سکتا ہے‘ نہ ہی اس کی مرضی سے موت آتی ہے‘ صرف ایک معمولی سا اختیار ہے‘ جس پر جنت کی کام یابی یا جہنم کی ناکامی موقوف ہے اور اسی پر انسان خدا سے غافل ہو جاتا ہے‘ ورنہ انسان بھی پورے کا پورا قدرت کی جکڑ بندیوں میں ہے۔‘‘ وہ کہا کرتا تھا کہ : ’’اگر دین پر چلتے ہوئے طبیعت پر بوجھ پڑنا شروع ہو جائے اور پھر بھی ثابت قدمی سے چلتا رہے تو سمجھ جاؤ کہ ایمان میں ترقی ہو رہی ہے۔‘‘ ہاں جو ساری عمر جسمانی آسائشوں کے ہوتے ہوئے بھی بھوکی روح کی سیرابی کی فکر میں رہا اور نہ صرف روح کی بھوک مٹائی‘ بل کہ اسے صحت مند بنایا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی روحانی سکون کا ذریعہ بنا۔ جی جی وہی جو یورپی ممالک میں اکثر یہ بھی کہا کرتا تھا کہ ’’اگر مجھ سے تعلق رکھنا ہے تو خبردار پھر پاکستان اور اہلِ پاکستان کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔‘‘ جی یہ وہی ہے جو توڑنے والے سے جوڑتا تھا‘ نہ دینے والوں کو دیتا تھا اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کرتا تھا۔ نہ جانے اس کے عالی اخلاق میں ایسی کون سی چاشنی تھی کہ سب علما بیک زبان اُس کے اخلاق کا ہی گُن گا رہے ہیں۔ ہاں اس کے اخلاق ایسے ہی ہوں گے تبھی تو موسیقار سے لے کر علما تک اور دنیاداروں سے لے کر دین داروں تک سبھی اس کے جانے پر سوگوار تھے۔

وہ کہا کرتا تھا کہ ’’ہم دُنیا میں ایک حسین موت ہی تو کمانے آئے ہیں۔‘‘ وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ ’’میں ایک دعا کروں گا اور آپ سب اس پر آمین کہیے گا۔‘‘ اور پھر وہ بڑے سوز سے یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ ’’اے اللہ مجھے اپنی راہ کی موت نصیب فرما!‘‘ موت کا برحق ہونا تو میں پہلے بھی جانتا تھا‘ مگر اُس کے لب و لہجے میں واقعی کچھ ایسی تاثیر تھی کہ حسین موت کی تمنا دِل میں انگڑائیاں لینے لگی ہے۔

نہ جانے اس نے کس سوز سے ’’محمد کا روضہ قریب آرہا ہے‘‘ پڑھی تھی کہ بہت دفعہ دیکھنے میں آیا کہ اگر یہ مجلس میں ہوتے اور کوئی اور یہ نعت پڑھتا تو ’’خادم تمہارا سعید آرہا ہے‘‘ پر انگلی کا اشارہ انھی کی ذاتِ گرامی کی طرف کرتا تھا۔ نہ جانے ’’بلندی پہ اپنا نصیب آرہا ہے‘‘ کا ثناخواں کن بلندیوں کا طالب تھا کہ ’’فرشتو! یہ دے دو پیغام اُن کو‘‘ کی تسبیح پڑھتے پڑھتے فرشتوں کی ہمراہی میں ’’اُن‘‘ کی ملاقات ہی کو جا پہنچا۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کا صحیح مطلب سمجھ میں آگیا اُس کو دیکھ کر کہ شہرتوں کو چھوڑ کر اُس نے شہرتوں کو پا لیا اور ’’بھکاری‘‘ بن کر وہ عشقِ الٰہی سے مالامال ہو گیا۔ سلام اس کے ’’عجز‘‘ اور ’’فقر و ندامت‘‘ پر کہ ’’بے جھولی‘‘ اور ’’بے پیالہ‘‘ ہو کر بھی آخرت کی ساری سعادتیں سمیٹ گیا۔

قارئینِ گرامی! ہم نے بہت سوچا کہ اس پر ’’لکھاریوں‘‘ کی ’’آہیں‘‘ لکھ کر ’’خصوصی نمبر‘‘ نکالا جائے یا صدیقِ اکبرؓ کی اس بات کو حرزِ جان بناتے ہوئے کہ ’’جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے‘ وہ سن لے کہ اُن کا انتقال ہو چکا ہے اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہو‘ تو وہ یاد رکھے کہ وہ حی و قیوم ذات زندہ ہیں‘‘ اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن کی یادوں کے بجائے ’’حسین موت‘‘ کی طلب کی صورت میں اُن کے پیغام کو سامنے رکھتے ہوئے ماہنامہ فہمِ دین کو مقصدِ حقیقی کی طلب میں مصروف رکھا جائے۔

ہاں اُن کا ایک آخری پیغام ’’فہمِ دین پبلیکیشن‘‘ کے پاس امانت ہے جو ابھی تک امّت کے پاس نہیں پہنچا اور وہ اُن کا آخری انٹرویو ہے جو انہوں نے شہادت سے چند ہفتے پہلے فہمِ دین پبلیکیشن کے ذمہ دار جناب عزیز زوّاری اور اُن کی ٹیم کو دیا تھا‘ واقعی اس انٹرویو میں بھی ’’حسین موت‘‘ کی ایک تڑپ اور جھلک نظر آتی ہے۔ وہ ہم اپنے اس شمارے میں قارئین کی نذر کر رہے ہیں‘ تاکہ پھر ہم ہر چیز سے بےگانہ ہو کر‘ خدا کے در کے حقیقی ’’بھکاری‘‘ بن کر ’’عجز و ندامت‘‘ کے آنسو بہا کر‘ اس ’’خادم سعید‘‘ کے پیغام کو تھام کر‘ اپنے شب و روز پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے ’’حسین موت‘‘ کی تمنا میں اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ قیمتی بنانے میں مصروف ہو جائیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

1 الٓمّٓ ترجمہ: الٓمّٓ 1

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ 2

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔ 2

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ 3

ترجمہ: اس نے تم پر وہ کتاب نازل کی ہے، جو حق پر مشتمل ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل اتاریں۔ 3

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ 4

ترجمہ: جو اس سے پہلے لوگوں کے لیے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا[1]۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست اقتدار کا مالک اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ 4

تشریح نمبر 1: یہاں قرآنِ کریم نے لفظ ”فرقان“ استعمال کیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں وہ چیز جو صحیح اور غلط کے درمیان فرق واضح کرنے والی ہو۔ قرآنِ کریم کا ایک نام ”فرقان“ بھی ہے۔ اس لیے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب ہے، چناں چہ بعض مفسرین نے یہاں ”فرقان“ سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔ دوسرے مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو انبیائے کرام کے ہاتھ پر ظاہر کیے گئے اور جنھوں نے ان کی نبوت کا ثبوت فراہم کیا۔
نیز اس لفظ سے وہ تمام دلائل بھی مراد ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

ترجمہ: یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ 5

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ 6

ترجمہ: وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے[2]۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زبردست اقتدار کا بھی مالک ہے، اعلیٰ درجے کی حکمت کا بھی۔ 6

تشریح نمبر 2: اگر انسان اپنی پیدائش کے مختلف مراحل پر غور کرے کہ ہو ماں کے پیٹ میں کس طرح پرورش پاتا ہے اور کس طرح اس کی صورت دوسرے اربوں انسانوں سے بالکل الگ بنتی ہے کہ کبھی دو آدمی سو فیصد ایک جیسے نہیں ہوتے تو اسے یہ تسلیم کرنے میں دیر نہ لگے کہ یہ سب کچھ خدائے واحد کی قدرت اور حکمت کے تحت ہو رہا ہے۔ اس آیت میں اس حقیقت کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور حکمت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔
اس کے ساتھ اس سے ایک اور پہلو کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ شہرِ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تھا اور اس نے اپنے عقائد کے بارے میں آپ ﷺ سے گفتگو کی تھی۔ سورۂ آلِ عمران کی کئی آیات اسی پسِ منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے پر یہ دلیل بھی دی تھی کہ ہو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ یہ آیت اس دلیل کی تردید بھی کر رہی ہے۔ اشارہ یہ کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی تخلیق اور صورت گری اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔ اگرچہ اس نے معمول کا طریقہ یہ بنایا ہے کہ ہر بچہ کسی باپ کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، لیکن وہ اس طریقے کا نہ پابند ہے نہ محتاج ہے، لہٰذا وہ جب چاہے جس کو چاہے بغیر باپ کے پیدا کر سکتا ہے اور اس سے کسی کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا لازم نہیں آتا۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (رواہ ابو داوٗد و الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والوں اور ترس کھانے والوں پر بڑی رحمت والا خدا رحم کرے گا۔ زمین پر رہنے بسنے والی اللہ کی مخلوق پر تم رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (سُنن ابی داوٗد جامع ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ خدا کی خاص رحمت کے مستحق بس وہی نیک دل بندے ہیں، جن کے دلوں میں اللہ کی دوسری مخلوق کے لیے رحم ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اِشْتَدَّ عَلَیْہِ الْعَطْشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْھَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا کَلْبٌ یَلْھَثُ یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطْشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ ھٰذَا الْکَلْبَ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِیْ کَانَ بَلَغَ بِیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّہٗ ثُمَّ اَمْسَکَہٗ بِفِیْہِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ نَعَمْ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ چلا جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، چلتے چلتے اسے ایک کنواں ملا، وہ اس کے اندر اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا، کنویں کے اندر سے نکل کر اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہے، جس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور پیاس کی شدت سے وہ کیچڑ کھا رہا ہے، اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی ایسی ہی تکلیف ہے جیسی کہ مجھے تھی اور وہ اس کنویں میں رحم کھا کر پھر اس کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اس نے اس کو اپنے منہ سے تھاما اور کنویں سے باہر نکل آیا اور اس کتے کو وہ پانی اس نے پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس رحم دلی اور اس محنت کی قدر فرمائی اور اسی عمل پر اس کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا۔ بعض صحابہ نے حضور ﷺ سے یہ واقعہ سن کر دریافت کیا کہ: ”یا رسول اللہ! کیا جانوروں کی تکلیف دور کرنے میں بھی ہمارے لیے اجر و ثواب ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں! ہر زندہ اور تر جسم رکھنے والے جانور (کی تکلیف دور کرنے) میں ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: بعض اوقات ایک معمولی عمل کسی خاص کیفیت یا خاص حالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قبولیت حاصل کر لیتا ہے اور اس کا کرنے والا اسی پر بخش دیا جاتا ہے، اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی نوعیت بھی یہی ہے۔ آپ ذرا سوچیے! ایک شخص گرمی کے موسم میں اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا ہے، اس کو پیاس لگی ہے، اسی حالت میں اس کو ایک کنویں پر نظر پڑ گئی، لیکن پانی نکالنے کا کوئی سامان رسی ڈول وغیرہ وہاں نہیں ہے، اس لیے مجبوراً یہ شخص پانی پینے کے لیے خود ہی کنویں میں اتر گیا، وہیں پانی پیا اور نکل آیا۔

اب اس کی نظر ایک کتے پر پڑی، جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا، اس کو اس کتے کی حالت پر ترس آیا اور دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس کو بھی پانی پلاؤں، اس وقت ایک طرف اس کی اپنی حالت کا تقاضہ یہ ہو گا کہ اپنا راستہ لوں اور منزل پر جلدی پہنچ کے آرام کروں اور دوسری طرف اس کے جذبۂ رحم کا داعیہ یہ ہو گا کہ خواہ میرا راستہ کھوٹا ہو اور خواہ کنویں سے پانی نکالنے میں مجھے کیسی ہی محنت مشقت کرنی پڑے، لیکن میں اللہ کی اس مخلوق کو پیاس کی تکلیف سے نجات دوں۔ اس کشمکش کے بعد جب اس نے اپنی طبیعت کے آرام کے تقاضے کے خلاف جذبۂ رحم کے تقاضے کے مطابق فیصلہ کیا اور کنویں میں اتر کر موزے میں پانی بھر کر اور منہ میں موزا تھام کر محنت و مشقت سے پانی نکال کے لایا اور اس پیاسے کتے کو پلایا تو اس بندہ کی اس خاص حالت اور ادا پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آگیا اور اسی پر اس کی مغفرت کا فیصلہ فرما دیا گیا۔ الغرض مغفرت و بخشش کے اس فیصلے کا تعلق صرف کتے کو پانی پلانے کے عمل ہی سے نہ سمجھنا چاہیے، بل کہ جس خاص حالت میں اور جس جذبہ کے ساتھ اس نے یہ عمل کیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند آیا اور اسی پر اس بندہ کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کر دیا۔

[redacted]

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
ذائقہ
بے مثال
Shangrila
Hot Sauce
صلصة حارة
Shangrila
Soy Sauce
صلصة الصويا
ذائقہ
معیار
خوشبو
رنگت
قیمت
شنگریلا سویا اور ہاٹ سوس کا اپنے بے مثال ذائقے، لاجواب خوشبو اور انمول قیمت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ معیار میں بھی کوئی ثانی نہیں۔
یہ ہر موسم میں کریں کھانوں کی لذت اور رنگت کو دو چند۔۔۔تا کہ ہر کھانا بنے آپ کا من پسند۔
ShangrilaPakistan

ہر ایک پریشان ہے

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ اسے پر سکون زندگی نصیب ہو جائے۔ اس کے لیے صبح وشام تگ ودو کرتا ہے کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے، وسائل جمع کرتا ہے کہ اسے پر سکون زندگی مل جائے۔ لیکن دنیا بھی ایک عجیب تماشا ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ سکون ایک پرندہ تھا جو اس دنیا سے اڑ کے جا چکا ہے۔ کیوں کہ کسی کی بھی زندگی کو کھنگال کر دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے پریشانیوں کا گھر ہے، مسائل کا گھر ہے، ہر شخص جب دوسروں کے سامنے اپنی کہانی سناتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ تو مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہے۔ ہر ایک کی پریشانی دوسرے سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے لیکن پھر بھی ایک تجویز ہر ایک نے اپنے دماغ میں رکھی ہوئی ہے کہ یوں ہو جائے گا تو مجھے سکون مل جائے گا۔

پریشانیاں کیسی کیسی؟

جیسے ایک چھوٹا بچہ ہے، اس کی بھی ایک تجویز ہے کہ ابھی تو میرا بچپن ہے، اس لیے امی بھی ڈانٹتی ہیں، ابو بھی ڈانٹتے ہیں، بھائی بھی رعب جماتا ہے، بس ذرا جوان ہو جاؤں ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس کے ذہن میں یہ ہے کہ جوانی کے آتے ہی میری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اور سکون کی زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔ کسی نوجوان سے پوچھے تم کیوں پریشان ہو؟ اس کے دماغ میں بھی ایک تجویز ہوتی ہے کہ زندگی کا کوئی اچھا سا ساتھی مل جائے (اچھی بیوی مل جائے یا اچھا شوہر مل جائے) تو میری زندگی پر سکون ہو جائے گی، کسی شادی شدہ جوڑے سے پوچھیے تم کیوں پریشان ہو؟ تو کہتے ہیں سالہا سال گزر چکے ہیں، اولاد نہیں ہوئی، اولاد مل جائے تو ہماری خوشیوں کا آغاز ہو جائے گا۔ اچھا جناب اولاد بھی مل گئی، لیکن پھر بھی پریشانی ہے، تو جواب ملتا ہے بھائی اولاد تو ہے لیکن نالائق ہے، حافظ ٹھیک نہیں ہے، تعلیمی ریکارڈ بالکل ہی خراب ہے، بہت علاج کرائے ہیں پڑھتا ہی نہیں ہے، اس کے دماغ میں تجویز یہ ہے کہ بس بچہ پڑھا لکھا ہو جائے تو زندگی کے اندر راحت کے سلسلے شروع ہو جائیں گے۔ اچھا بھائی تمہارا بیٹا تو بہت لائق ہے، ڈگریاں بھی اس کے پاس بہت ہیں، تم کیوں پریشان نظر آتے ہو۔ جواب ملے گا کہ اسے اچھا روزگار نہیں مل رہا، کوئی اچھی ملازمت مل جائے گی تو ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ اچھا بھائی اب تو اسے اچھی ملازمت بھی مل گئی ہے، مہینے کے لاکھوں لا رہا ہے، پھر بھی تمہاری پریشانی ختم نہیں ہوئی، اب کیا وجہ ہے۔ تو جواب ملے گا اچھا رشتہ نہیں مل رہا، چاہ رہا ہوں کوئی اچھی سی بہو گھر

میں آجائے۔ اب تجویز اس کے دماغ میں یہ ہے کہ گھر کے اندر اچھی بہو آگئی تو بس گھر کے اندر سکون شروع ہو جائے گا۔ اچھی بہو بھی گھر آگئی لیکن سکون اب بھی نایاب ہے، راحت اب بھی اصل نہیں، تحقیق سے معلوم ہوا کہ جب سے بیٹی گھر سے گئی ہے، اصل مسائل کا سلسلہ تو اس وقت سے شروع ہے، اسے ساس اچھی نہیں ملی یا اپنے گھر آنے والی بہو اچھی نہیں تھی۔

سکون کیوں نہیں؟

گویا ہر شخص نے اپنی تجویز کردہ چیز میں سکون تلاش کیا، لیکن اسے سکون نہیں ملا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو ہم نے اب تک پریشانی اور مصیبت کو سمجھا ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو دوا تجویز کرنی تھی وہ ہم نے نہیں کی، جو علاج کرنا تھا وہ ہم نے سوچا ہی نہیں۔ پریشانی تو نام ہے اس کا کہ دل اس پریشانی کو محسوس کرے۔ پریشانی اور پریشانی کے اسباب دو الگ الگ چیزیں ہیں اسی طرح سکون کے اسباب اور سکون حاصل ہونا الگ الگ چیزیں ہیں۔ جیسے گاڑی، کوٹھی، بنگلہ، اچھی بیوی، اولاد، اچھی ملازمت۔ یہ سب چیزیں اسباب ہیں راحت کے، لیکن ضروری نہیں کہ ان سے آدمی کو راحت بھی مل جائے۔ اسبابِ راحت اور چیز ہیں، راحت اور چیز ہے۔ اسباب سکون اور چیز ہیں، جبکہ سکون اور چیز ہے۔ اسباب کے حاصل ہو جانے سے اصل چیز کا حصول لازم نہیں آتا۔

اللہ والے کیوں پریشان نہیں ہوتے؟

اسی طرح مصیبت کے اسباب موجود ہوں تو ضروری نہیں کہ وہ شخص مصیبت میں بھی ہو۔ پریشانی کے اسباب کے موجود ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ شخص پریشان بھی ہو۔ یہ بھی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کیا اللہ کے دوستوں پر خوف نہیں ہوتا غم نہیں ہوتا؟ کیا ان پر بیماری نہیں آتی؟ کیا ان کی اولاد پر موت واقع نہیں ہوتی؟ کیا دنیا میں حالات ان کے مزاج کے خلاف پیش نہیں آتے؟ بلکہ اللہ کے نیک بندوں پر اس دنیا میں آزمائشیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ آتی ہیں، لیکن پھر بھی وہ پریشان نہیں ہوتے، خوفزدہ نہیں ہوتے، غمگین نہیں ہوتے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے دل کی دنیا پر ایسی محنت کی ہے کہ پریشانی اور مصیبت کے احوال پیش تو آتے ہیں لیکن ان کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

دل کی دنیا

اگر دل کی دنیا ٹھیک ہو جائے اور اس دل میں اللہ کی محبت کا غلبہ ہو جائے تو پھر مومن بندہ یہ کہتا ہے۔ چلو اللہ کے یاد کرنے کا یہ بھی ایک انداز ہے، اللہ کی ملاقات کا یہ بھی ایک بہانہ ہے، اللہ کے پیار کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ تو اس دنیا میں حالات تو سب پر آتے ہیں لیکن جو اللہ کا بن جائے گا، اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کر لے گا، وہ ان حالات کا تاثر اپنے دل میں نہیں لے گا، ان حالات کی وجہ سے بے چین نہیں ہوگا، اسے ڈپریشن (Depression) نہیں ہوگا اور وہ زندگی میں ڈپریشن کا مریض نہیں بنے گا۔

جس دل پر اللہ کی نافرمانی کے دھبے لگتے ہیں وہ دل انتہائی کمزور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا اثر لینے لگتا ہے اور اس کی زندگی مفلوج ہو جاتی ہے، کسی کام کا نہیں رہتا، ہمیشہ پریشانیوں میں گھرا رہتا ہے۔ اور جس دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ اور جس قدر محبت ہوگی اسی قدر دل قوت والا ہوتا ہے کہ پہاڑوں جیسے حالات کو بھی بڑی آسانی سے برداشت کر لیتا ہے اور مشکل ترین حالات کا مقابلہ بھی بڑی آسانی سے کر لیتا ہے۔

سکون کیسے حاصل ہو؟

اگر ہم سکون اور راحت سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ اسباب جمع کرنا نہیں ہے، وسائل جمع کرنا نہیں ہے، دنیا جمع کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اپنا رخ اور دل کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ رخ اور دل کی اصلاح ہو جائے تو احوال کی خود بخود اصلاح ہو جائے گی۔ بیماری ہو گی لیکن دل بے چین نہیں ہوگا۔ اولاد بھی بیمار ہو گی لیکن اس کا دل بے چین نہیں ہوگا۔ تنگ دستی آئے گی لیکن دل بے چین نہیں ہوگا۔ کاروباری حالات آتے جاتے رہیں گے لیکن دل بے چین نہیں ہوگا۔ لوگوں کی باتیں سننے سے دل بے چین نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اس کا دل یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! یہ حالات ان کی طرف سے نہیں بلکہ تیری طرف سے ہیں۔ اس لیے ضرور ان حالات میں میرے لیے کوئی نہ کوئی خیر چھپی ہوئی ہے۔ جس کا مجھے علم نہیں ہے۔ مجھے تجھ سے محبت ہے اور میں تیری طرف سے بھیجے ہوئے ہر حال پر راضی ہوں۔ اگر ہم نے اپنے دل پر محنت کر لی، اللہ کی محبت کا غلبہ کر لیا، پھر نتیجہ کیا ہوگا....؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ احوال کے آنے پر دل مضطرب نہیں ہوگا۔

سکون ہی سکون

دل اور رخ کی اصلاح تب ہوتی ہے جب اللہ سے تعلق بن جائے اور اللہ سے تعلق بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلی فرصت میں اللہ کے سامنے سچی توبہ کی جائے۔ آج اور ابھی دل کی ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے سچی توبہ کریں۔ اللہ کی قسم یوں محسوس ہوگا جیسے دل کے اندر کسی نے برف کی سل رکھ دی ہے۔ ایک دم سکون شروع ہو جائے گا۔ پھر جو اللہ کی محبت میں اور تقوی میں زیادتی کے لیے جتنی محنت کرے گا۔ اتنا ہی اس کی زندگی میں اطمینان بڑھتا چلا جائے گا۔ لیکن آغاز سچی توبہ سے کرنا چاہیے۔ ہمارے دل و دماغ میں کچھ ایسے گناہ ہوتے ہیں کہ ہم ان سے توبہ کرنے کے لیے دل سے تیار نہیں ہوتے۔ کچھ کے بارے میں تیار ہیں لیکن کچھ ایسے گناہ ہیں جن کے بارے میں ہمارا ذہن بنا ہوا ہے۔ یہ تو ہو ہی جائیں گے، یہ تو کرنے ہی ہیں، ان کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے تو جب یہ ذہن اور دماغ بنا ہوا ہے۔ پھر سچی توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ توبہ کے ثمرات حاصل نہیں ہوتے، اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن اگر توبہ سچی ہو اور سارے گناہ چھوڑنے کے پکے ارادے سے ہو تو پھر سکون ہی سکون ہوتا ہے۔

جھوٹ کی تین شکلیں

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

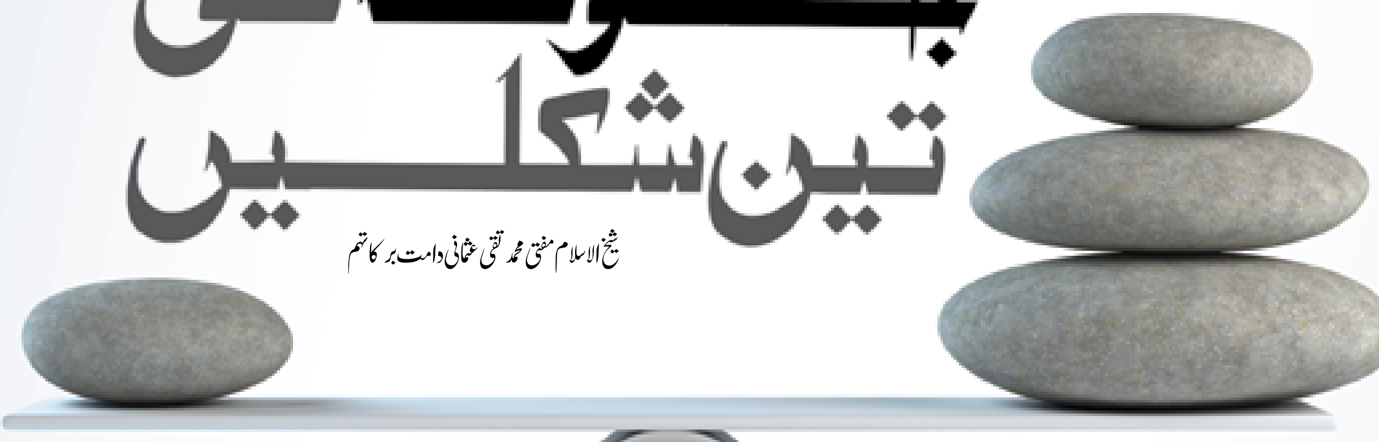

خلافِ واقعہ کوئی بات کہنا جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ ایسی چیز ہے جس کی برائی پر اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ سارے مذاہب' سارے ادیان' ساری ملتیں' ساری قومیں' وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں' سب اس کو بُرا سمجھتے ہیں اور جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اُس کو سب ہی بُرا کہتے ہیں اور اس کے اوپر ملامت کی جاتی ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں میں کچھ خاندانی شرافت ہوتی ہے 'تو وہ چاہے مسلمان نہ ہوں تو بھی جھوٹ کو بُرا سمجھتے ہیں اور اتنا بُرا سمجھتے ہیں کہ اپنی طرف کسی جھوٹ کی نسبت کو بہت بڑا عیب' باعثِ ننگ اور باعثِ عار سمجھتے ہیں۔

جھوٹ کو بُرا سمجھنا کافی نہیں: ہم میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے' نہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ ہر ایک تسلیم کرے گا' ہر ایک مانے گا کہ یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے کہ جھوٹ مت بولو یا جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ یہ تو ایک مسلّم اور بدیہی بات ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے' لیکن جب ہم غفلت کا شکار ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق نہیں ہوتا' اللہ تبارک وتعالیٰ کا دھیان نہیں ہوتا' تو پھر زبان بے قابو ہو جاتی ہے۔ کہنے کو یہی کہیں گے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے' ہم جھوٹ نہیں بولتے' لیکن باتیں کرنے کے دوران گفتگو کے جوش میں ایسے کلمات نکل جاتے ہیں' جو واقعے کے خلاف ہوتے ہیں' جھوٹ ہوتے ہیں اور دھیان نہیں ہوتا' جھوٹ کا گناہ لکھا جا رہا ہے اور پروا بھی نہیں ہے۔

جھوٹ کی ایک شکل: گفتگو میں خلافِ واقعہ باتیں اور جھوٹ کی کئی شکلیں پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات کسی چیز کے اوپر زور دینا ہے تو اس میں اتنا مبالغہ کیا کہ وہ جھوٹ کی حدود میں داخل ہو گیا' واقعے کے خلاف ہو گیا اور جھوٹ بن گیا۔ چوں کہ زبان قابو میں نہیں ہے' سوچ کر بولنے کی عادت نہیں ہے' اس لیے خلافِ واقعہ بات زبان سے نکل جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات بعد میں دھیان ہوا بھی تو جیسے مکھی ناک پر بیٹھی اور اُڑا دی' اس طرح اس کے اوپر کوئی ندامت' کوئی استغفار نہیں اور کوئی توبہ نہیں اور نہ توبہ کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

جھوٹ کی دوسری شکل: اسی طرح ایک چیز اور ہے' جس میں بہت کثرت سے لوگ مبتلا ہیں کہ کوئی بات کہیں سے سنی اور ابھی اس کی تحقیق نہیں ہے کہ وہ صحیح ہے یا غلط' اور اس کو تحقیق کے بغیر آگے نقل کر دیا۔ ایک واقعہ کے بارے میں سنا کہ وہ واقعہ پیش آیا' ابھی اس کی تحقیق نہیں' پتا نہیں کہ جو باتیں سنی ہیں وہ سچ ہیں یا جھوٹ ہیں' صحیح ہیں یا غلط ہیں اور اس سے پہلے ہی اس کو آگے چلتا کر دیا۔ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو بات بھی سنے وہ آگے بیان کر دے" اور یہ کہہ دے کہ یوں ہوا ہے۔ یہ بات اتنی رواج پا گئی ہے کہ اچھے اچھے اہلِ علم' علماء اور بزرگوں کی مجلسوں میں بیٹھنے والے' بزرگوں سے تعلق رکھنے والے بھی پروا نہیں کرتے' ایک بات سنی اور اسے بغیر کسی تحقیق کے آگے چلتا کر دیا۔ اس برائی کی وجہ سے بہت فساد پھیلتا ہے' افواہیں پھیلتی ہیں اور بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔

جھوٹ کی تیسری شکل: اور پھر جھوٹ اور افواہ کو پھیلانے کا اور جائز کرنے کا ایک حیلہ اور بنا رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی بات سنی اور ابھی تک کوئی تحقیق نہیں ہوئی' اب آگے کہنے کو اور بات روانہ کرنے کو دل بھی چاہ رہا ہے اور کہیں یہ بھی سن لیا ہے کہ تحقیق کے بغیر آگے کوئی بات کہنا گناہ ہے تو اس سے بچنے کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہے کہ بھئی لوگ یہ کہتے ہیں' ہم نے لوگوں سے یہ بات سنی ہے۔ لوگ یوں کہتے ہیں وغیرہ۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: بِئْسَ مَطِيَّةُ الْكَذِبِ: يَقُوْلُ النَّاسُ ترجمہ: جھوٹ کی بدترین سواری یہ فقرہ ہے کہ "لوگ یوں کہتے ہیں" یعنی براہ راست جھوٹ بولنے سے تو طبیعت کچھ ہچکچا رہی ہے الحمد للہ' لیکن اس جھوٹ پر سواری کرنے کے لیے یعنی جھوٹ بولنے کے لیے بیچ میں ایک سواری حائل کر لی اور وہ یہ کہ "لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہے"۔ تو اس کو بھی حدیث میں منع فرمایا گیا۔

ارے بھائی! ایسی بات کہتے کیوں ہو' جس کی تحقیق نہیں ہے' چاہے لوگوں کے کندھے پر رکھ کر کہو' لیکن ایسی بات نکالنے کی ضرورت کیا ہے؟

آج کل ہمارے ذہنوں پر سیاست اور سیاسی جماعتیں چھا گئی ہیں' جو سیاسی یا مذہبی مخالف ہے' اس کے بارے میں سات خون حلال ہیں' چاہے غیبت کرو' جھوٹ بولو' بہتان باندھو' جو چاہے کرو' اس میں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ لوگ باقاعدہ الزام لگا دیتے ہیں اور روپے کی مقدار بھی متعین کر دیتے ہیں کہ فلاں نے اتنے کروڑ روپے لیا' اتنے لاکھ روپے لے کر یہ کام کیا' ان سے پوچھو کہ آپ کے پاس ثبوت ہیں؟ تو کہتے ہیں: "سب جانتے ہیں' لوگوں میں یہ مشہور ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں"۔ یہاں تم نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لی' قیامت کے دن اس نے تمہارا گریبان پکڑ لیا کہ تم نے میرے اوپر یہ بات منسوب کی تھی' بتاؤ اس کا کیا ثبوت ہے؟ اس وقت پتا چلے گا کہ کیا بات زبان سے نکالی تھی۔

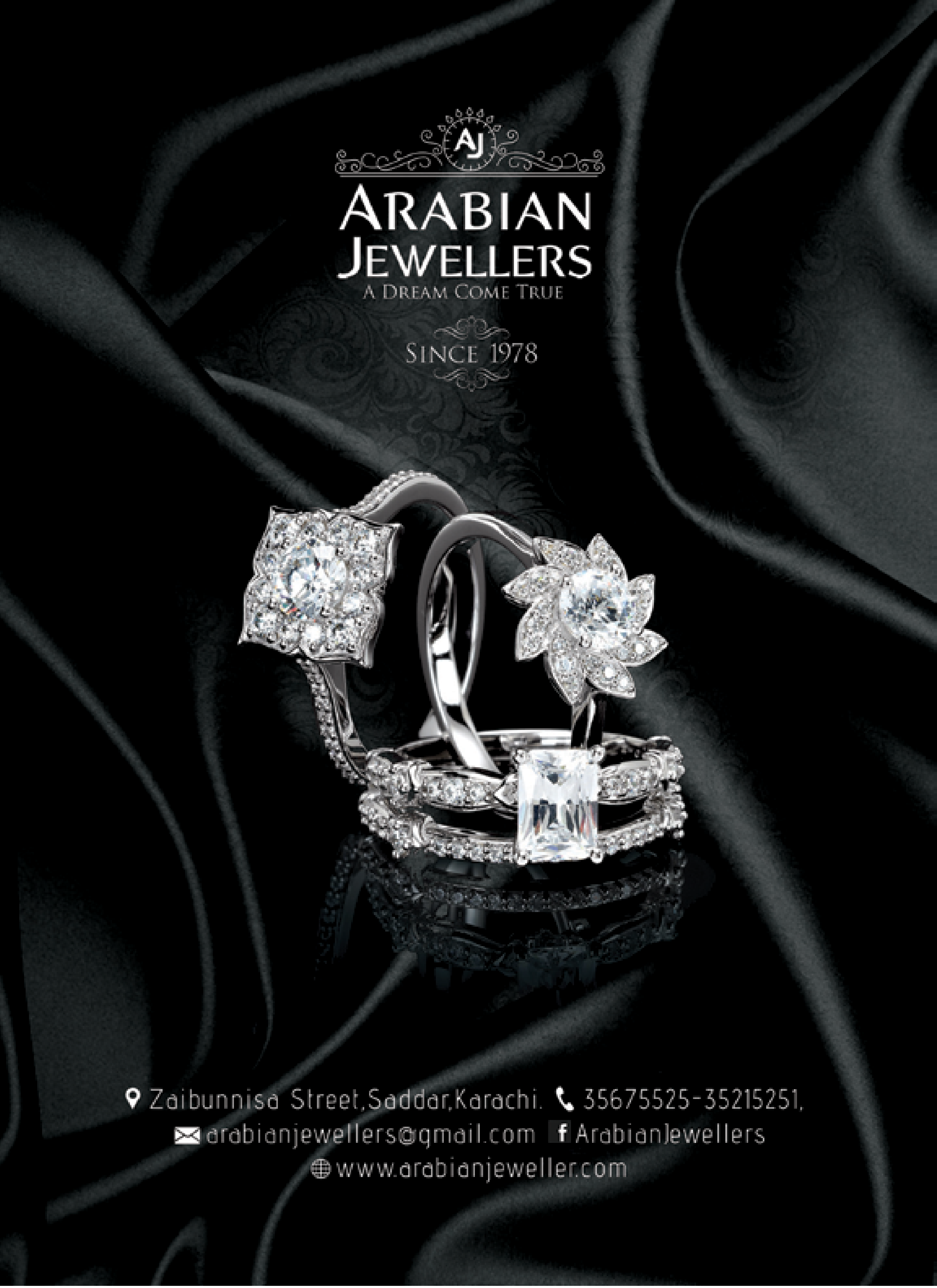
AJ
ARABIAN
JEWELLERS
A DREAM COME TRUE
SINCE 1978
Zaibunnisa Street,Saddar,Karachi. 35675525-35215251,
arabianjewellers@gmail.com ArabianJewellers
www.arabianjeweller.com

جُنید جمشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

کا آخری

یادگار انٹرویو

فہمِ دین پبلیکیشن کے ذمہ دار جناب عزیر زوّاری صاحب اور اُن کی ٹیم نے جناب جنید جمشید شہیدؒ کی شہادت سے چند ہفتے پہلے اُن کا انٹرویو لیا' جو اُن کی زندگی کا آخری انٹرویو بن گیا اور اُن کی زندگی کے مختلف تجربات کے حوالے سے بہت اہم اور یادگاری انٹرویو ہے۔ جسے ماہنامہ فہمِ دین اپنے قارئین کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

عزیر زویری

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آدمی دین کی طرف آجاتا ہے۔ بظاہر یہ بھی بہت بڑی قربانی ہے' لیکن اس پر استقامت کے ساتھ جم جانا اور دین میں آگے بڑھنا یہ تو بہت ہی مشکل کام ہے۔ اس حوالے سے آپ کیا فرماتے ہیں؟

شہید جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ سوال ہے کہ جب میری زندگی ابتدا میں آہستہ آہستہ بدلنا شروع ہوئی تھی تو اسی طرح کے سوالات میرے ذہن میں بھی آتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دین اس وقت تک زندگی میں نہیں آتا' جب تک طبیعت پر بوجھ پڑنا نہ شروع ہو جائے۔ اس لیے اللہ نے جَاهَدُوْا کا لفظ فرمایا، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا کہ جو میری طرف آنے کی جہد کرے' یہ نہیں فرمایا کہ جو میرے طرف آئے گا۔ تو طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے۔ جب میری طبیعت پر بوجھ پڑنا شروع ہوا تو مجھے سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ یار یہ میں کس طرح کروں' یہ تو میرے لیے بہت مشکل ہو رہا ہے اور اگر ابھی چلو میں ایک قدم اُٹھا بھی رہا ہوں تو میں اس قدم پر جموں گا کیسے؟ یہ خیال مجھے آیا کرتا تھا اور یہی چیز مجھے سب سے زیادہ پریشان کرتی تھی جیسے قرآن کہتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ پھر فوراً کہا: ثُمَّ اسْتَقَامُوْا لیکن پھر اس پر جما بھی۔ میں یہی سوچا کرتا تھا کہ یہ جمنا کیسے ہوگا؟

پھر ایک دفعہ میں شاید کسی چلّے پر تھا اور حاجی عبدالوہاب صاحب کا بیان چل رہا تھا۔ ایک دَم اُن کے منہ سے نکلا کہ ”بھائی یاد رکھو کہ اجتماعیت میں استقامت ہے۔“ آدمی بیان سن رہا ہوتا ہے' بعض اوقات ذہن اِدھر اُدھر بھی گیا ہوتا ہے' تو یہ سن کر مجھے جھٹکا لگا۔ پھر فرمایا: ”سمجھے بھئی۔“ میں متوجہ ہو گیا کہ اب دوبارہ بولیں گے۔ فوراً بولا: ”اجتماعیت میں استقامت ہے۔“

کہے گا کہ اب مولانا سے نہ ملنا' اب عزیز اور علی کے پاس نہ بیٹھنا' ان سے بچتے رہو گے تو یہ جو کام کر رہے ہو' کرتے رہو گے اور آپ دیکھو گے کہ ہم بھی واقعی میں اپنے انہی ساتھیوں سے بچنا شروع کر دیتے ہو جو مسجد کے ہوتے ہیں اور نیکی کی طرف بُلا رہے ہوتے ہیں تو یہ مرکزی نکتہ ہے استقامت کا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ جڑے رہنا' کیوں کہ یاد رکھو' نیکی کرنا بقدرِ آسان ہے' لیکن برائی سے بچنا مشکل کام ہے۔

عزیز زویری

آپ ایک ایسے پروفیشن سے آرہے ہیں' جس میں آپ اپنے عروج پر پہنچ چکے تھے اور لاکھوں لوگوں کے دِلوں کی دھڑکن بن چکے تھے' ایک طرف آپ کے پچھلے دوست ہیں' جو اب بھی آپ کو چاہتے ہیں اور دوسری طرف آپ کا دین داری کا ماحول ہے تو آپ کیسے دین داری کے معاملے کو سیٹ رکھتے ہیں؟

شہید جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ

دیکھو یہ ماحول میں بیٹھنے سے آدمی سے ہوتا ہے۔ ماحول سے کٹ جائیں گے تو یہ جذبات سرد پڑنا شروع ہو جاتے ہیں' جب یہ جذبات سرد پڑنا شروع ہو جاتے ہیں تو پھر شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے۔ میری پوری کوشش ہوتی ہے لائف کے اندر ایک ہی چیز کو بار بار اپنے سے بولتا رہوں اور وہ یہ کہ میرا ماحول اور میرے جو دوست ہیں وہ' وہ رہیں جن کی وجہ سے میری زندگی بدلی ہے۔

ویسے تو میرا تجربہ ہے کہ میں نے جب بھی کبھی اُس دوسرے ماحول میں جانے کی کوشش کی ہے تو مجھے ہر دفعہ بہت زور کی چپت پڑی ہے۔ ہر دفعہ مجھے اللہ کی طرف سے ایسا جواب آتا ہے کہ میں توبہ کرتا ہوں کہ میں اب دوبارہ نہیں جاؤں گا۔ اس ماحول میں جانا ہی نہیں بنتا ہمارا۔ ہم پرہیز کریں اس ماحول سے کیوں کہ انسان ماحول کا اثر لیتا ہے۔ میرے اوپر بھی اثر پڑتا ہے۔ ابھی بھی میری اگر گٹار پر نظر پڑتی ہے یا پھر میں میوزک سنتا ہوں تو میرے چلتے قدم رک جاتے ہیں۔ میں اس کو سننے لگتا ہوں اور دماغ میں وہ چیزیں جو ابھی سرد ہوئی بیٹھی ہیں وہ جاگ جاتی ہیں' بہت ساری چیزیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو بار بار میں یہ کہوں گا کہ ماحول انسان کو بچاتا ہے۔ اچھی کمپنی انسان کو بچاتی ہے۔ صحبت سے صحابہ بنے تو صحبت سے ہی سب کچھ ہوتا ہے تو میں نے دو چیزیں اپنے اوپر لازم کی ہوئی ہیں۔ ایک تو میں نے اپنے اوپر مشورہ لازم کیا ہوا ہے' کوئی کام خود نہیں کرنا۔ دوسرا یہ کہ نیک صحبت کو نہیں چھوڑتا۔

عزیز زویری

جیسے کہ ابھی آپ نے کہا کہ بُرے ماحول سے پرہیز کرنا ہے' لیکن پھر بھی آدمی کی یہ فکر تو ہوتی ہے نا کہ اللہ نے مجھے اچھی زندگی دے دی ہے تو میرے دوستوں کو بھی دے دے تو آپ اُس ماحول سے بچتے ہوئے اس فکر کو کیسے دیکھتے ہیں؟ اور اس کے لیے کیسے کوشش کرتے ہیں؟

اچھا پھر شروع کے دِنوں میں یہ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کو بدل رہا ہوتا ہے' وہ قدم بہ قدم اوپر جا رہا ہوتا ہے' یقین میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ اللہ سے ہونے کا یقین ہونے لگتا ہے' پھر وہ آہستہ آہستہ نافرمانیوں کو زندگی سے نکالتا ہے' یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ پہلے ایک برائی چھوڑتا ہے' پھر وہ اس پر جمنے کی کوشش کرتا ہے' پھر لڑھکتا ہے' پھر چھوڑتا ہے' پھر تھوڑا اللہ دیکھتے ہیں کہ یہ کتنا کر رہا ہے' پھر توفیق دیتے ہیں' پھر اس گناہ سے بچاتے ہیں پھر وہ ایک قدم آگے جا رہا ہوتا ہے' تو شیطان کے حملے بھی بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں' اُتنا ہی بڑا شیطان بھی آتا ہے اس کے پیچھے اسے گمراہ کرنے کے لیے' اس کو تاویلیں دے گا۔ وہ آپ کو یہ کبھی نہیں کہے گا کہ نماز چھوڑ دو' وہ کہے گا کہ پڑھ لینا تھوڑی دیر میں۔ تو یہ سب کچھ ہو گا۔ تو ایسی صورتِ حال میں اُتنا ہی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے' ماحول میں رہنا اور ساتھیوں کے ساتھ جڑے رہنا۔ اس لیے اتنا بڑا حکم ہے اللہ کا کہ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کہ ڈرو اس بات سے کہ تمہارے دوست میرے دوستوں کے علاوہ کوئی بنیں۔

آپ نے یہ بات نوٹ کی ہو گی کہ جیسے ہی آدمی نافرمانی کی طرف واپس آتا ہے تو پہلا خیال جو شیطان دِل میں ڈالتا ہے وہ یہ کہ اب اپنے دوستوں سے نہ ملنا۔ وہ یہ نہیں کہے گا کہ نماز چھوڑ دو' قرآن کی تلاوت اور اذکار چھوڑ دو۔ ایک ہی بات

شہید جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ

میں یہ نہیں کہتا: جو اللہ اور اس کے رسول کو نہیں مانتے' آپ ان سے نفرت کریں' بالکل بھی نہیں' میں نے تو کبھی بھی نہیں کہا یہ۔ ہم نے اُن سے ہمدردی کرنی ہے۔ اگر ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ ہم نے تو اُن کو یہ زندگی دِکھانی ہے' تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ خدانخواستہ اگر مر گیا تو کہاں جائے گا' تو مجھے اس بات کی تکلیف نہیں ہو گی کیا؟ لیکن آپ نے اکیلے نہیں جانا اُدھر۔ اپنی حفاظت کا انتظام کر کے جانا ہے' دو دو بندے لے کر جانے ہیں' جو آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں اور ایک ساتھی پیچھے ذکر میں لگا ہوا ہو' جب کسی جگہ کے برے اثرات ہیں اور اُن کے پڑنے کا اندیشہ بھی ہے تو پھر حفاظت کا انتظام بھی ضرور ہونا چاہیے۔ یاد رکھو! شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے' جیسے بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے' ایسے ہی یہ اکیلے انسان کو کھا جاتا ہے۔ تو اس کا بہت خیال رکھنا ہے' اکیلے تو جانا ہی نہیں اُدھر۔

عزیز زویری

نوجوان والدین کے لیے اگر آپ کوئی پیغام دینا چاہیں۔ فہم دین پڑھنے والوں میں ایک بڑی تعداد نوجوانوں کی ہے' جن میں نوجوان والدین بھی ہیں' اس اعتبار سے آپ کی زندگی کے کچھ تجربات سامنے آجائیں جو نوجوانوں کے لیے مفید ہوں۔

شہید جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ

میری زندگی کا کوئی ایسا تجربہ نہیں' جو دوسروں کے لیے مفید ہو۔ مفید مشورہ دینے کے لیے حضرت مولانا عبد الستار حفظہُ اللہ ہی کافی ہیں' ماشاء اللہ سے میں بہت ہی بڑا معتقد ہوں اُن کا' وہ خود بھی جانتے ہیں اس کو' اور میں بہت زیادہ اُن سے پیار کرتا ہوں' مولانا کے بیانوں اور مولانا کی اصلاحی باتوں سے مجھے بہت نفع ہوا۔ میرے حج کے امیر ہیں' میرا اللہ جانتا ہے کہ میں اللہ کے لیے اُن سے بے پناہ پیار کرتا ہوں اور بہت لوگوں کو ان سے نفع ہوا۔ مجھے اپنی زندگی کا جو تجربہ ہوا ہے' وہ بتا دیتا ہوں' 2006 کے اندر ہمارے محلے کے ساتھیوں کی جماعت یو کے جا رہی تھی' میں اس وقت ایک بہت بڑے مالی بحران کا شکار تھا' میرا ہاتھ بہت تنگ تھا' ظاہر سی بات ہے' کیوں کہ میں میوزک چھوڑ چکا تھا' بالکل دو وقت کی روٹی والی صورتِ حال تھی' سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ اگلے دِن کا کھانا بھی گھر میں کہاں سے آئے گا۔

میرے جماعت کے امیر میرے پاس آئے اور کہا: جنید! سات ماہ کے لیے چلو ہمارے ساتھ۔ میں نے کہا: امیر صاحب! میں کدھر جا سکتا ہوں' ابھی میرا حال دیکھیں' میں سات ماہ کا جہاز کا ٹکٹ ہی نہیں لے پاؤں گا اور پھر جوان بیوی اور بچے ہیں' ان کا بھی کچھ کرنا ہو گا' تو مجھے کہنے لگے کہ دوسروں کے بچوں کی تربیت کی نیت کر لیں' کہ وہ ماں باپ کے فرماں بردار بن جائیں' اللہ تیری اولاد کو تیرا فرماں بردار بنائے گا' یہ مجھے اُن کی بات آج تک یاد ہے' میں نے اُن سے کہا: واقعی امیر صاحب ایسا ہی ہو گا۔ تو انہوں نے کہا: میں قسماً کہہ رہا ہوں کہ ایسا ہی ہو گا۔ تو چل۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے جی! اور میں جماعت میں چلا گیا۔

تو یاد رکھو یہ ماں باپ کو ایک بہت ہی بڑی خوش فہمی ہے کہ ہم بچوں کی تربیت کرتے ہیں' یہ بہت ہی بڑی خوش فہمی ہے' کہ میرے کرنے سے ہوتا ہے' میں فرماں بردار بن جاؤں اللہ انہیں خود ہی فرماں بردار بنا دے گا' اصل میں میں خود ٹھیک ہونے کو تیار نہیں ہوں تو وہ بھی ٹھیک ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ کسی آدمی نے ایک اللہ والے کو جا کر کہا: حضرت بچے بات ہی نہیں مانتے۔ کہا: تم اللہ کی نہیں مانتے' وہ تمہاری نہیں مانتے۔ صرف اور صرف یہ بات ہے' ورنہ ہم کہاں سے بچوں کو فرماں بردار بنائیں گے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کا بیٹا حسنؓ کیسا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا: رات کے وقت مجھ سے آگے چلتا ہے' کیوں کہ رات کے وقت دشمن آگے سے حملہ کرتا ہے' دِن کے وقت مجھ سے پیچھے چلتا ہے' کیوں کہ دن کے وقت دشمن پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔ روٹی اور گوشت کے اس ٹکڑے پر ہاتھ نہیں ڈالتا' جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ میرے باپ کو پسند ہے۔ گھر کی چھت پر نہیں جاتا' کہ میرے قدم باپ کے سر سے اوپر نہ ہو جائیں۔ یہ ہے میرا بیٹا حسن۔

تو کیا یہ پکڑ پکڑ کر سکھایا گیا ہو گا' نہیں خود اس میں مثالی ریکارڈ قائم کرنے ہوتے ہیں' پھر اللہ خوش ہو کر اولاد کے دِل میں ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا دو' اولاد ایسی نکلتی ہے کہ ناکوں چنے چبوا دیتی ہے' جس بہو نے ساس کی خدمت کی ہوتی ہے اسے آنے والے وقتوں میں اللہ ایسی بہو دیتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے۔ جس اولاد نے ماں باپ کے ساتھ اچھا کیا ہوتا ہے' پھر اللہ اسے ایسی اولاد دیتا ہے کہ وہ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مجھی کو ٹھیک ہونا ہے۔

آپ وہ دیکھو نا حبشی غلام' جسے کسی مالک نے اپنے باغوں کی حفاظت کے لیے رکھا ہوا تھا' اسے کہا: یہ میرا مہمان آیا ہے' ذرا میٹھے میٹھے انار لے آؤ۔ وہ انار لے کر آیا تو اس میں کوئی میٹھا' کوئی کڑوا۔ اس نے کہا: یہ تو کیا لے کر آیا ہے؟ غلام نے کہا: حضرت آپ نے مجھے ملازم رکھا' میں نے کبھی انار کھائے ہیں نہ چکھے ہیں' جو مجھے پتا ہو کہ کونسا انار میٹھا اور کونسا کڑوا ہے۔ تو وہ حیران ہو گیا۔ جا کر بیوی کو بتایا کہ یہ میرا غلام تو کوئی عجیب سا ہی آدمی ہے۔

بیٹی کی شادی کرنی تھی' اس نے کہا: چلو اس سے مشورہ لیتے ہیں کہ کیا کریں۔ غلام نے کہا: حضرت یہودی ہمیشہ شادی سے پہلے مال دیکھتا ہے' کہ مالدار خاندان ہو۔ عیسائی ہمیشہ خوب صورتی دیکھتا ہے کہ شکل اچھی ہو اور مسلمان ہمیشہ اخلاق اور دینی شعور دیکھتا ہے۔ اس نے جا کر بیوی کو بتایا کہ یہ تو یہ کہہ رہا ہے۔ بیوی نے کہا: دینی شعور تو اس کے اندر بہت ہے اور اخلاق بھی بہت ہیں' اسی سے کر دیتے ہیں بیٹی کی شادی۔ تو اولاد کیسی پیدا ہوئی۔ عبد اللہ بن مبارکؒ۔ تو جب والدین ایسے ہوں گے تو اولاد بھی ایسی ہی ہو گی۔

Perfect®
Freshener
Raho Khushboyun Me
Perfect
Matic
Perfect
Freshener
TEA ROSE
Dry
Splendid Feel
of Roses For Your
Entire Environment
/perfectairfreshener
www.se.com.pk

نئی نسل اور ہماری ذمے داری

قاری عبد الرحمن

نئی نسل سے عدمِ اطمینان

نئی نسل اپنے بڑوں سے ذہنی ہم آہنگی نہیں رکھتی۔ جس طرف چلے جائیں والدین کو گلہ ہے ' اساتذہ کو شکوہ ہے ' رہنماؤں اور لیڈروں کو شکایت ہے ' غرضیکہ تمام ہی طبقات نئی نسل سے مطمئن نہیں ' بالخصوص والدین کو اولاد سے بے تحاشا شکایت ہے۔ اور اگر نئی نسل کے حالات دیکھے جائیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ واقعی ہم سے الگ تھلگ کوئی چیز ہے ' جو رہتی سہتی ہمارے ساتھ ہے ' کھانے پینے میں تو ہمارے ساتھ شریک ہے ' لیکن اس کی سوچ بالکل مختلف ہے ' رہن سہن اور رویہ ہم سے میل نہیں کھاتا۔

آیئے ! اس کے کچھ اسباب پر نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ذمے دار کون ہے ؟ ہم یا نئی نسل یا پھر دونوں ؟ اور ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار اور باک نہیں کہ نئی نسل کو خراب کرنے ' اس کو بگاڑنے ' خود سے دور کرنے ' الگ تھلگ سوچ اختیار کرنے کے اصل ذمے دار ہم ہیں ' یقیناً کسی نہ کسی درجے میں اس کی ذمے داری نئی نسل پر بھی آتی ہوگی ' لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اس نسل کی حفاظت کے لیے وہ ذرائع اور اسباب اختیار نہیں کیے ' ہماری سوچ اور عمل اس تربیت سے شاید بالکل آشنا نہیں ' جس تربیت کے نتیجے میں ہم اپنی اس نسل کو کارآمد بنا سکتے تھے اور ہمیں نہ صرف اپنی غلطی تسلیم کرلینی چاہیے ' بل کہ اس کے سدّباب اور تلافی کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔

والدین کی تین ذمہ داریاں

اسلامی تعلیمات میں والدین پر اولاد کے معاملے میں تین ذمے داریاں عائد کی گئی ہیں :

1 اچھا نام رکھنا۔ 2 اچھی تربیت کرنا۔ 3 شادی کرنا۔

نام کا معاملہ بھی بہت اہم ہے اور ناموں کا اثر بھی ہوتا ہے ' ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی تعلیم نہ فرماتے ' لیکن اس وقت اس پر بحث ہمارے پیشِ نظر نہیں۔

شادی کا معاملہ بھی بہت اہم ہے اور آج کے معاشرے میں بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ دیر سے شادی کرنا بھی ہے اور بے جوڑ کی شادیاں تو رہی سہی کسر پوری کر رہی ہیں ' لیکن اس وقت ہم شادی کے موضوع پر بھی بات نہیں کر رہے۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر یہ ہے کہ والدین اور اساتذہ بچوں کی تربیت میں کس قسم کی غفلت یا سستی برت رہے ہیں اور انہیں کیا کرنا چاہیے ؟

تربیت تعلیم سے زیادہ ضروری اور اہم ہے ' بل کہ غور کیا جائے تو تعلیم الفاظ سکھانے کا نام ہے اور تربیت اس پر عمل کرانے کا نام۔ آج ہمارا سارا زور تعلیم پر ہے ' تربیت پر نہیں

اور جو لوگ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں، وہ بھی تربیت کے مسلّمہ اصولوں کو سامنے نہیں رکھتے، بچوں کی نفسیات پر غور نہیں کرتے، والدین ہوں یا اساتذہ سب بچوں سے ایک جیسا برتاؤ کرتے ہیں، حالاں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مزاج اور طبیعتیں مختلف بنائی ہیں تو ان سے برتاؤ بھی اس کے مطابق ہونا چاہیے۔

بچوں کی عمر اور رویے کے اعتبار سے تقسیم

ہم نے بچوں کی نفسیات اور مشاہدے کی روشنی میں بچوں کی عمر اور ان کے رویے کی یہ تقسیم کی ہے۔

6 سال سے پہلے کی عمر

اس عمر میں بچہ اپنے والدین کو بہت غور سے دیکھتا، ان سے مانوس ہونے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے اور اس عمر میں والدین اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچے کی پرورش کریں، مدرسے اور اسکول کے علاوہ اس کا سارا وقت گھر میں گزرے تو بہت مفید ہوگا۔

6 سے 12 سال تک کی عمر

اس عمر میں بچہ نیکی کو قبول کرتا ہے، نماز، قرآن اور دین داری کی ذرا سی بھی جھلک اسے نظر آئے اس کو اختیار کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں اس عمر میں بچہ برائی کے مقابلے میں نیکی زیادہ قبول کرتا ہے، اس عمر میں درمیانے درجے کی نگرانی رکھ کے اسلامی تعلیمات زیادہ سے زیادہ سکھائی جائیں۔

12 سے 18 سال

یہ عمر بہت زیادہ خطرناک ہے، اس عمر میں شیطانی قوتیں بچوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی نہ صرف کوشش کرتی ہیں، بل کہ کام یاب بھی رہتی ہیں، کیوں کہ اس عمر میں بچے نیکی کے مقابلے میں بدی کو جلدی قبول کرتے ہیں، لہٰذا عمر کے اس حصے میں:

- نہ تو بچوں پر بہت سختی کی جائے نہ بہت نرمی، بل کہ میانہ روی سے پیش آیا جائے۔
- مار سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے، سمجھا بجھا کے کام لیا جائے۔
- بچوں کو اپنے قریب رکھا جائے اور ان کے لیے کوئی صحت مند مصروفیت اور سرگرمی رکھی جائے۔
- ان سے گھریلو امور میں مشورہ لیا جائے، تاکہ انہیں احساس ہو کہ وہ گھر کے ایک اہم فرد ہیں اور والدین کی نظر میں ان کی رائے کی اہمیت ہے۔
- بچوں پر کوئی حکم یا رائے ٹھونسی نہ جائے، بل کہ ان کو سمجھایا جائے اور دلیل سے قائل کیا جائے، ان کی باتیں، ان کے مسائل بہت غور سے سنے جائیں، ان کی سوچ صحیح ہو تو نہ صرف اسے مانا جائے، بل کہ انہیں انعام دیا جائے اور اگر ان کی سوچ صحیح نہیں ہے تو کسی مناسب موقع پر انہیں سمجھا دیا جائے، واقعات و مثالوں سے کام لیا جائے، دلائل ایسے دیے جائیں جو ان کی عمر، سوچ اور علم کے مطابق ہوں۔
- اپنی نگرانی میں ان کی تفریح کا معقول انتظام کیا جائے۔
- ان کی خوراک اور پوشاک کو بہتر بنایا جائے۔
- روزانہ تھوڑا سا وقت سب کو بٹھا کر محبت سے باتیں کی جائیں، غصے اور طیش سے خود بھی بچیں اور بچوں کو بھی بچائیں، اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان کی سرگرمیاں کیا ہیں؟ کیا پڑھتے ہیں؟ کیا کھیلتے ہیں؟ کس سے ملتے ہیں؟ غرضیکہ 12 سے 18 سال کی عمر والدین کامیابی سے گزار لیں تو پھر کوئی مشکل نہیں ہوگی، ان شاء اللہ۔

18 سے 24 سال کی عمر

اس عمر میں بچوں کو بگڑنے اور بننے کے یکساں مواقع ہوتے ہیں، عموماً اس عمر میں بچے وہی کرتے ہیں جو 12 سے 18 سال کے درمیان ان سے کروایا جائے اور اس عمر میں جو عادت پختہ ہو جائے، وہ عموماً پختہ ہی رہتی ہے۔

بچوں کے رویوں کے حساب سے ان کی عمر کی جو تقسیم ہم نے کی ہے یہ ہمارے مشاہدے ہیں، کسی دوسرے صاحب کا مشاہدہ اس کے خلاف ہو تو انہیں اپنی رائے اور تجربے پر قائم رہنا چاہیے۔ ہمارے سامنے والدین، اساتذہ اور بچوں کے درمیان رویے اور برتاؤ سے متعلق جو کچھ ہے وہ ہم پیش کر رہے ہیں اور یہ لگ بھگ تیس سال کا تجربہ و مشاہدہ ہے۔ ہمارے خیال میں والدین کا بچوں سے جو عمومی رویہ جس عمر میں ہونا چاہیے، وہ ہم نے پیش کر دیا۔

آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ والدین عموماً کیا غلطیاں کرتے ہیں اور ان کے نقصانات کیا ہیں۔

مزاج کے اعتبار سے والدین اور اساتذہ کی تین قسمیں

والدین کی غلطیاں اور اُن کے نقصانات سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ مزاج اور بچوں کی تربیت کرنے کے لحاظ سے ہم والدین اور اساتذہ کی تین بڑی قسمیں کرتے ہیں۔

1. بچوں کو ڈنڈے کی مدد سے سیدھا رکھنے والے۔
2. بچوں کو بالکل آزاد چھوڑنے والے، جن کی سوچ یہ ہے کہ بچے ماحول اور حالات سے خود ہی سب کچھ سیکھ لیتے ہیں۔
3. مار اور پیار دونوں کا استعمال کرنے والے۔

پھر ان تینوں قسموں کے کئی درجے ہیں، ہر قسم میں افراط اور تفریط پایا جاتا ہے۔

بچوں کی تربیت میں عموماً دو طرح کے لوگ ناکام رہتے ہیں

1. وہ لوگ جو تربیت کے لیے ہر وقت غصے اور ڈنڈے سے کام لیتے ہیں۔ ممکن ہے یہ بات بہت سے قارئین کی سمجھ میں نہ آئے یا وہ اس سے شدید قسم کا اختلاف کریں، لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ دین دار حضرات جو اپنے بیوی بچوں کو انتہائی سختی اور ڈنڈے سے دین کا پابند بنانا چاہتے ہیں وہ ناکام رہتے ہیں، کیوں کہ دین دار بننا اتنا مشکل نہیں، لیکن بیوی اور بچوں کو دین دار بنانا بہرحال مشکل ہے اور اس کے لیے نہ صرف خود پابند ہونا ضروری ہے، بل کہ اس میں کچھ دوسرے عوامل بھی ہوتے ہیں۔

2. وہ لوگ جو بچوں کو بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور بالکل نہیں دیکھتے اور پوچھتے کہ ان کی اولاد کیا کر رہی ہے؟ اس میں عموماً وہ طبقہ ہے،، جو دین سے بہت دور ہے، آزاد خیالی اور روشن خیالی میں اتنا آگے جا چکا ہے کہ بچوں کو روشن خیال بنانے کے چکر میں انہیں کنوا بیٹھتا ہے۔

اب ذرا ان غلطیوں اور کوتاہیوں پر ایک نظر جو عموماً والدین کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

کنونشنل فائنانس اور اسلامک فائنانس

غلام عباس

ضرورت چاہے کاروباری ہو یا ذاتی اس کو پورا کرنے کے لیے پیسہ ایک لازمی جزو ہے' اور اگر انسان کے اپنے پاس پیسہ نہ ہو تو وہ لازمی ایسے اداروں کا رخ کرتا ہے جہاں سے اس کو اپنی مالی ضرورت کے پورا ہونے کا امکان ہوتا ہے' اب یہاں یہ مسئلہ ضرور سر ابھارتا ہے کہ کیا مالی ضرورت ایسے اداروں سے پوری کی جاسکتی ہے جو اسلام کے اصولوں کی روشنی میں فائنانس فراہم کرتے ہیں یا فائنانس کے لیے ایسے ادارے کے پاس جاسکتے ہیں جو اسلامی اصولوں کو بالکل مدِّ نظر نہیں رکھتے' بل کہ ان کا مطمحِ نظر محض نفع کمانا ہوتا ہے' خواہ اس کے لیے سود کا سہارا لینا پڑتا ہو یا غَرَر و قمار کی گود میں بیٹھنا پڑے۔ ان کو اس سے قطعاً کوئی پریشانی نہیں ہوتی کہ ان کی کوئی ٹرانزیکشن اسلام کے اصولوں سے متصادم تو نہیں ہو رہی' ان کے سامنے محض ان کا نفع ہوتا ہے۔ ہر پہلی صورت کہ جس میں فائنانس کی فراہمی اسلام کے اصولوں کی روشنی میں ہو' اسلامک فائنانس کہلاتی ہے اور جہاں اسلامی اصولوں سے ہٹ کر فائنانس فراہم کی جارہی ہو' اس کو کنونشنل فائنانس کہتے ہیں۔ اتنی بات تو کنونشنل فائنانس اور اسلامک فائنانس میں مشترک ہے کہ دونوں فائنانس فراہم کرتے ہیں' لیکن طریقہ کار میں فرق ہونے کی وجہ سے اسلامک فائنانس جائز اور کنونشنل فائنانس ممنوع ہو جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل اصول اسلامک فائنانس کو کنونشنل فائنانس سے ممتاز بناتے ہیں۔

شریعت سے رہنمائی

سب سے پہلی چیز جو اسلامک فائنانس کو کنونشنل فائنانس سے ممتاز کرتی ہے وہ شریعتِ اسلامیہ کے اصولوں کی پیروی ہے کہ اسلامک فائنانس میں معیار شریعت کے اصول ہیں اور جو چیز شریعت سے متصادم ہو وہ اسلامک فائنانس کا حصہ نہیں بن سکتی۔ جبکہ اس کے بر عکس کنونشنل فائنانس میں اسلام سے راہنمائی لینے کے بجائے اسٹیٹ یا ملک کے قوانین کو مدار بنایا جاتا ہے' چناں چہ آپ کو کنونشنل فائنانس میں سود اور غَرَر پر مبنی سرگرمیاں بکثرت ملیں گی' جن سے اسلام نے منع کیا ہے۔

سود پر پابندی

سود کو عربی میں ربٰو کہتے ہیں۔ ربٰو ہر اس زیادتی کو کہتے ہیں جو بغیر کسی عوض اور بدل کے ہو۔ اسلام نے ہر طرح کے سود کو حرام قرار دیا ہے چاہے وہ کاروباری ضرورت کے لیے ہو یا ذاتی ضرورت کے لیے ہو' چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ' تمام اقسام کا سود اسلام میں منع ہے' چناں چہ سورۃ بقرۃ میں ہے "اللہ نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال قرار دیا"۔ اسلامک فائنانس میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ فائنانس کی فراہمی سود پر مبنی نہ ہو' کیوں کہ سود اسلام میں حرام ہے۔ اس لیے اسلامک فائنانس میں روایتی قرض سے ہٹ کر بزنس کے طریقوں کے تحت فائنانس کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

غَرَر کا ممنوع ہونا

غَرَر سے مراد غیر یقینی کیفیت کا پیدا ہونا ہے‘ غَرَر کے معانی ہیں خطر‘ چانس یا اتفاق۔ جس کا مطلب ہے کسی معاہدے میں ابہام کی وجہ سے غیر یقینی یا خطرے کی کیفیت کا پیدا ہو جانا۔ خرید و فروخت یا کوئی اور ایسا تجارتی معاہدہ جس میں غَرَر کا عنصر ہو‘ اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ غَرَر کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

- معاہدے میں شامل کسی فریق کی ذمہ داری غیر یقینی یا مشروط ہو تو یہ غَرَر کہلائے گا۔
- تبادلے کی کسی شے کی حوالگی کسی فریق کے اختیار میں نہ ہو تو اس میں بھی غَرَر ہونے کی وجہ سے عدمِ جواز کا پہلو آجائے گا۔
- کسی فریق کی جانب سے ادائیگی میں غیر یقینی کیفیت بھی غَرَر کی صورتوں میں سے ایک ہے۔

رسک اور نفع کی شرکت

اسلام میں سرمایہ کاری کی بنیاد نفع و نقصان میں شراکت کے بنیادی اصول پر ہے‘ اسلامک فائنانس درحقیقت بزنس پارٹنر شپ ہے‘ اس میں روایتی قرض کا تصور نہیں ہے کہ جہاں صرف نفع کا حصول ہی مقصودِ خاطر ہوتا ہے اور نقصان سے چنداں غرض نہیں ہوتی۔ اسلام میں فائنانس کا تصور Equity Based ہے نہ کہ DebtBased۔ جہاں نفع کی وصولی کے ساتھ رسک کا تصور بھی ہے کہ اگر نقصان ہوا تو اس کو بھی برداشت کرنا پڑے گا‘ اس کے برعکس کنونشنل فائنانس میں سارا رسک کسٹمر کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور بینک یا مالیاتی ادارہ کسی قسم کے رسک کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

سرمایہ کاری میں اخلاقی اقدار

سرمایہ کاری میں اخلاقی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اسلام ہر طرح کے بزنس کو جائز نہیں قرار دیتا‘ بل کہ بعض کاروبار جائز نہیں ہیں‘ جیسے جوا‘ قمار اور فائنانس کی سروسز پر سود کی ادائیگی‘ سور اور شراب کی خرید و فروخت وغیرہ۔ اسلامک فائنانس میں اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا کہ ایسی جگہ پر سرمایہ کاری نہ ہو‘ جو اسلام میں منع ہو‘ جیسے شراب کی انڈسٹری میں فائنانسنگ کرنا یا ایسی جگہ سرمایہ کاری کرنا جو اگرچہ اسلام میں ممنوع تو نہیں ہے‘ لیکن ملکی قانون اس کی اجازت نہ دیتا ہو تو ایسی جگہ پر بھی فائنانسنگ نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اسلام ایسی کمپنیوں میں بھی سرمایہ کاری کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جن میں Debt کارپوریشن کی Equity کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اسلام چوں کہ اخلاقیات کا داعی ہے تو اس لیے اسلامک فائنانس میں بھی اخلاقی اقدار کی پابندی کا لزوم کرتا ہے‘ شریعت میں ایسی معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے جس سے غریبوں کا استحصال ہوتا ہو اور طبقاتی کشمکش کو جلا ملتی ہو۔

سرمایہ کاری اور اثاثہ جات سے پشت پناہی

اسلام میں ہر فائنانشل ایکٹویٹی کسی متعین اور ٹھوس اثاثے کے ساتھ مربوط ہو گی۔ اسلام پیسے (Money) کو کچھ مخصوص کیسز کے علاوہ تجارت کا موضوع اور نفس مضمون (subjectmatter) بننے کی بالکل بھی اجازت نہیں دیتا‘ کیوں کہ Money اپنی ذات میں intrinsicutility نہیں ہے‘ بل کہ یہ چیزوں کے تبادلے کے لیے بطور واسطہ کام آتی ہے اور اس کا ہر یونٹ دوسرے یونٹ کے سو فیصد برابر ہو گا۔ اس لیے اس میں نفع صرف اسی صورت کمایا جا سکتا ہے جب اس Money کے مقابلے میں کوئی intrinsicutility بیچی جائے یا کسی دوسرے ملک کی کرنسی بیچی جائے‘ ایک ملک کی کرنسی یا کرنسی کی نمائندگی کرنے والا کوئی ڈاکیومنٹ اگر اسی ملک میں بیچا جائے گا تو اس میں زیادتی ربوا اور سود کہلائے گی جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ اس لیے اسلام میں فائنانسنگ کا تصور Asset-backing کا ہے‘ یعنی ہر فائنانشل ایکٹویٹی کسی ٹھوس اور متعین اثاثے کے ساتھ جڑی ہو گی۔

اسلامک فائنانس کے ذرائع

کنونشنل فائنانشل سسٹم میں فائنانسنگ کے ذرائع قرض کی بنیاد پر ہوتے ہیں‘ چناں چہ کنونشنل فائنانس میں فائنانسنگ سود اور ربو کے دروازے تک لے جاتی ہے‘ جب کہ اسلامک فائنانس میں مضاربہ‘ مشارکہ اور مرابحہ وغیرہ سے فائنانسنگ ہوتی ہے‘ جہاں سود اور ربو کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ایک وقت تھا‘ جب پوری دنیا میں سودی نظام رائج تھا اور مسلمان تاجر کے لیے فنانس کا حصول حلال بنیادوں پر کافی مشکل امر سمجھا جاتا تھا‘ لیکن اللہ تعالی کے فضل سے اور علما کرام کی محنتوں سے اسلامی اصولوں کی روشنی میں اسلامک فائنانس کو متعارف کرایا گیا ہے تو ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ وہ حلال اور اسلامی ذرائع تمویل سے ہی اپنی فائنانسنگ کی ضرورت کو پورا کرے‘ سودی ذرائع تمویل سے فائنانسنگ سے انسان دنیا کے چند ٹکے تو شاید کما ہی لے‘ لیکن اس کے بدلے میں مالک حقیقی کی ناراضی کا مستحق ہونا ہرگز بھی نفع کا سودا نہیں ہے۔

کامیاب ازدواجی زندگی

ابو یحیٰ محمد ہارون رشید

کالج میں "کام یاب ازدواجی زندگی" کے موضوع پر ایک ورکشاپ ہو رہی تھی، جس میں کچھ شادی شدہ جوڑے حصہ لے رہے تھے، پردے کا انتظام تھا، جس وقت پروفیسر اسٹیج پر آئے، انھوں نے نوٹ کیا کہ مرد و خواتین ہر دو طرف ہی کچھ چہ میگوئیاں اور ہنسی خوشی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر پروفیسر نے کہا کہ چلو! ایک گیم کھیلتے ہیں، اس کے بعد اپنے اصل موضوع پر بات کریں گے۔ سب خوش ہو گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کون سا گیم اور کیسا گیم؟

پروفیسر نے ایک شادی شدہ لڑکی کو کھڑا کیا اور کہا کہ آپ بورڈ پر ایسے 25 سے 30 لوگوں کے نام لکھیں، جو آپ کو سب سے زیادہ پیارے ہوں۔ لڑکی نے پہلے تو اپنے خاندان کے لوگوں کے نام لکھے، پھر اپنے سگے رشتے داروں، دوستوں، پڑوسیوں اور اسی طرح کے نام لکھ دیے۔ اب پروفیسر نے ان ناموں میں سے کوئی بھی کم پسند والے پانچ نام مٹانے کے لیے کہا۔ لڑکی نے تھوڑی دیر سوچ کر اپنے دوستوں کے نام مٹا دیے۔ پروفیسر نے پانچ نام اور مٹانے کے لیے کہا۔ لڑکی نے تھوڑا اور سوچ کر اپنے پڑوسیوں کے نام مٹا دیے۔ اب پروفیسر نے دس نام اور مٹانے کے لیے کہا تو لڑکی نے اپنے تمام سگے رشتے داروں کے نام مٹا دیے۔ اب بورڈ پر صرف چار نام بچ گئے تھے، جس میں اس کی والدہ، والد، شوہر اور بچے کا نام تھا۔ اب پروفیسر نے کہا: اس میں سے دو نام اور مٹا دو۔ لڑکی کش مکش میں پڑ گئی۔ بہت سوچنے کے بعد بہت دکھی ہو کر اس نے اپنی ممی اور پاپا کا نام مٹا دیا۔ تمام لوگ دنگ رہ گئے، لیکن پُرسکون تھے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ کھیل صرف وہ لڑکی ہی نہیں کھیل رہی تھی، بل کہ ان سب کے دماغ میں بھی یہی سب کچھ ہو بہو اسی طرح سے چل رہا تھا۔ اب صرف دو ہی نام باقی تھے، شوہر اور بیٹے کا۔ پروفیسر نے کہا: ایک اور نام مٹا دو۔ لڑکی اب سہم سی گئی، بہت دیر تک سوچنے کے بعد روتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے کا نام مٹا دیا اور اب بورڈ پر صرف ایک ہی نام باقی بچا تھا۔

پروفیسر نے اس لڑکی سے کہا: تم اب اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور سب کی طرف غور سے دیکھا اور پوچھا کہ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا کہ ایک ایک کر کے سب کے نام مٹ گئے، ممی، ڈیڈی کے نام تک مٹا دیا، یہاں تک کہ بنا کسی دباؤ کے اپنے بیٹے کا، جسے جنم دیتے وقت دنیا کی سب سے زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی، اس کا بھی نام مٹا دیا اور اب بورڈ پر صرف اور صرف شوہر کا ہی نام رہ گیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں پورا آڈیٹوریم خاموش تھا، جواب جاننے کے باوجود کوئی پہل کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا، تمام لوگ منہ لٹکا کر بیٹھے تھے۔ پروفیسر نے پھر اس لڑکی کو کھڑے ہونے کا کہا اور اسی سے پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا کہ جس نے آپ کو جنم دیا اور پال پوس کر بڑا کیا آپ نے ان کے نام تک مٹا دیئے؟ اسی طرح جسے آپ نے نو مہینے اپنے پیٹ میں رکھ کر ساری مشقتیں برداشت کیں اور اب بھی ساری محنتیں کر کے پال پوس رہی ہیں، اس کا بھی نام مٹا دیا؟

تو اس لڑکی نے پروفیسر سے اسٹیج پر آنے کی اجازت مانگی اور جواب دیا: واقعی مجھ سمیت دنیا کی ہر عورت کے لیے یہ انتہائی مشکل کام ہو گا، لیکن! یہ حقیقت ہے

کہ شادی کے بعد کسی بھی لڑکی کا گھر اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے‘اسی وجہ سے وہ شوہر کی ہر چیز کو اپنی چیز سمجھتی ہے‘لیکن اپنے ماں باپ کی چیز میں سے میراث کے سوا اس کی کوئی چیز نہیں اور رہی بیٹے کی بات! تو ضروری نہیں کہ وہ اپنی شادی کے بعد میرے ساتھ ہی رہے‘لیکن میرے شوہر جب تک میری جان میں جان ہے‘تب تک میرا نصف جسم بن کر میرا ساتھ نبھائیں گے‘میرا ہر دکھ درد اور ہر طرح کی خوشی کے لمحات میں یہی میرا جیون ساتھ ہے اور رہے گا‘اس لیے میرے لیے دنیا میں سب سے اہم میرا شوہر ہے۔

اس جواب پر کسی شریک محفل خاتون (جس کا گھر شادی کے کچھ ہی عرصہ کے بعد اجڑ گیا تھا اور شوہر نے اس سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا تھا) نے سوال کیا کہ والدین سے بڑھ کر شوہر کس طرح اہم ہو سکتا ہے؟ یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔اس پر سب کی نگاہیں پھر اس لڑکی پر جم گئیں۔لڑکی نے کہا کہ کسی بھی سوسائٹی میں عورت کا اپنا گھر شوہر کا گھر ہوتا ہے‘اسی لیے وہ صرف اور صرف شوہر کے گھر کو ہی اپنا گھر کہہ سکتی ہے‘اگر اسے کامیاب زندگی گزارنی ہے تو اسے اپنے آپ کو اور اپنے ہر پل کو شوہر کے تابع بنانا ہوگا‘اپنے والدین کے گھر کے طور طریقوں کو بھلا کر زندگی کی ہر سانس میں شوہر کی رضا کو تلاش کرنا ہوگا۔دنیا میں آج تک کوئی مرد ایسا نہیں پیدا ہوا کہ عورت اس کی خاطر ساری تکالیف اٹھائے‘اسے بے پناہ لاڈ پیار دے‘اس کی خاطر اپنا دکھ سکھ ایک کرے اور پھر بھی وہ مرد اسے اپنا بنانے سے انکار کرے‘یہ عورت کی ناکامی ہی ہے کہ وہ خود اپنی انا اور ضد اور دیگر ناجائز ترجیحات کی وجہ سے اپنی زندگی کو حسین یادوں سے بھرنے کے بجائے دنیا ہی میں جہنم کا ایک گڑھا بنا دیتی ہے‘وہ عورت بنا کسی قربانی دیے اپنی مرضی اور اپنی خواہشات کی تکمیل تو چاہتی ہے‘لیکن اپنے شوہر کی ترجیحات اور اس کے پسند ناپسند کے حوالے سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور یوں آہستہ آہستہ وہ اپنے شوہر کے دل سے کوسوں دور ہوتی چلی جاتی ہے‘آپس میں اختلافات اور ناچاقیاں پیار محبت کی جگہوں پر قابض ہو جاتے ہیں اور اس مقدس رشتے کی نازک ڈور اس وقت ٹوٹ جاتی ہے‘جب ناسمجھ والدین بھی اپنی انا‘دولت اور شہرت کی خاطر اپنی بیٹی کے ناجائز مطالبات کو منوانے پر ڈٹ جاتے ہیں اور تو اور اب ہماری سوسائٹی میں ایک اور خلاف فطرت کام ہونے لگا ہے‘جسے اسلامی پوائنٹ سے تو عالم علماء ہی بتائیں گے اور وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے مردوں پر حکم چلانے کی خواہش رکھتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں اور کہیں کہیں اس میں کامیاب بھی ہو جاتی ہیں‘لیکن یقین جانیے! اس خلاف فطرت عادت نے بہت سی عورتوں کی زندگی برباد کر کے رکھ دی اور اب وہ اسی معاشرے میں بیوگی کی زندگی گزار رہی ہیں۔

اس بات کو ہر عورت جانتی ہے کہ مرد ہی کو اس کائنات کے مالک نے عورت پر نگران بنایا ہے‘اگر مرد ظلم کرتا بھی ہے تو اس کی سزا تو اللہ پاک ہی اسے دے گا‘لیکن عورت تمام ذہانتوں کے باوجود ناقص العقل ہے‘اسے اپنی زندگی کی خوشیوں کو سمیٹنے کے لیے قربانی دینے کا جذبہ رکھنا چاہیے اور عجیب بات ہے کہ اس کی کامیابی اسی قربانی میں ہی ہے۔مجھے تو پھر ایسے والدین پر حیرت ہوتی ہے جو جان کر بھی اپنے اسٹیٹس اور انا کی خاطر اپنی بیٹی کی زندگی بڑی آسانی سے برباد کروا دیتے ہے۔

معذرت چاہوں گی کہ میری بات بہت لمبی ہو گئی ہے‘لیکن مجھے اس خوشی کے موقع پر کچھ بناوٹی مسکراہٹوں کے پس منظر میں مرجھائے ہوئے چہرے بھی نظر آرہے ہیں‘شاید انہیں میری باتیں کچھ عجیب لگیں‘لیکن ایک لمحے کے لیے وہ اپنے ماضی میں بیتے پل اور اس میں بارہا دہرائی جانے والی غلطیاں بھی سوچیں اور اگر بات سمجھ میں آگئی ہو تو اس کے ازالے کے رستے بھی ڈھونڈیں۔اس لیے کہ ہر مرد اپنی ساری توانائیاں خوشی خوشی اپنی بیوی کے لیے خرچ کرنا پسند کرتا ہے‘بشرطیکہ وہ بیوی واقعی میں اسے چین اور سکھ کے لمحات مہیا کرے یقین جانیے! اس ورکشاپ میں موجود ہر وہ عورت جس کے گھر میں بھی آئے روز مسائل اور جھگڑے ہوتے ہوں اور وہ پھر بھی انہیں برداشت کرے تو اس کا شوہر بھی لازمی طور پر اس کی ان گنت غلطیوں کو نظر انداز کر کے اس کی ہر ضرورت پوری کرنے کی پوری ایمان داری سے کوشش کرتا ہوگا اور پھر ہر سمجھ دار والدین بھی اسی بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی بیٹی کو ان کا داماد خوش رکھ رہا ہو‘چاہے وہ یہ بھی جانتے ہوں کہ اس خوشی کو حاصل کرنے کے لیے ان کی بیٹی کو اپنی بہت ساری خواہشات کی قربانیاں دینی ہوں گی۔میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی بھی والدین اپنی بیٹی کی تربیت میں قربانی کے اس عنصر کو شامل نہیں کریں گے تو شادی کے بعد اس کی زندگی کی بربادی اور بے چینی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ سب کچھ لڑکی کے والدین اور ان کی پوری فیملی کے اسٹیٹس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔پروفیسر اور باقی تمام شرکائے محفل نے بھرپور تالیوں کی گونج میں لڑکی کو کافی دیر تک سلامی دی۔

پروفیسر نے کہا: آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔آپ اس دنیا میں سب کے بغیر رہ سکتی ہیں‘پر اپنے نصف عضو یعنی اپنے شوہر کے بغیر نہیں رہ سکتیں۔مذاق مستی‘دوستی یاری اور رشتے داری سب کچھ ٹھیک ہے‘پر ہر انسان اپنے جیون ساتھی کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتا ہے‘چاہے وہ جتنا بھی خراب عادات واطوار کا مالک ہو‘لیکن شوہر کی ان عادات کو اگر بیوی تبدیل کرنا چاہے تو یہ اس کے لیے دنیا کا سب سے آسان کام ہے‘کہ وہ اسے خوب پیار محبت دے اور اس کی اطاعت کے خلاف اپنی زندگی کے کسی بھی لمحہ کو اس سے خیانت اور دھوکہ سمجھے۔تو اس کی زندگی کی ہر صبح‘ہر دوپہر‘ہر شام اور ہر رات انمول بن جاتی ہے اور پھر ایسے میاں بیوی کے بارے میں ہی یہ تبصرہ کیا جاتا ہے کہ

”ایسے لگتا ہے کہ جیسے قدرت نے انہیں ایک دوسرے کے لیے ہی بنایا ہے۔“

ضیوف الرحمٰن للحج والعمرة
GL # - 3945
ZUYUFUR RAHMAN
Hajj & Umrah

IATA
ACCREDITED AGENT

TRAVEL AGENTS ASSOCIATION OF PAKISTAN
TAAP
MEMBER

حج و عمرہ

لگژری اور اکنامی پیکجز

۱۴۳۸ھ کیلئے عمرہ کی بکنگ جاری ہے

- اندرون و بیرون ملک کیلئے ٹکٹنگ
- دبئی ویزا 15 دن سے 3 ماہ تک کا
- دیگر ممالک کے ویزوں کیلئے راہنمائی کی جاتی ہے
- موسم سرما و موسم گرما کی تعطیلات کیلئے مختلف پیکجز

(اور یہ تمام سہولیات آپ کی ضروریات کے عین مطابق فراہم کی جاتی ہیں)

Flight | Hotel | Haj & Umrah | Vacation | Transport | Visa

ہیڈ آفس:
پلاٹ نمبر C-17، دکان نمبر 4-، بن ہیٹ کمرشل اسٹریٹ 4-، فیز 4-، نزد بیت السلام مسجد، ڈی ایچ اے، کراچی۔
فون: 021-35392220, 021-35392221 موبائل: 0335-8288990

میرپور خاص برانچ	دہلی کالونی برانچ	اورنگی ٹاؤن برانچ	بلوچ کالونی برانچ
023-3874900	021-35169803	021-36684444	021-34375577

/zuyufurrahman info@zuyufurrahman.pk www.zuyufurrahman.pk

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر کام کرنے کا حکم

سوال: میں کمپیوٹر کے شعبے سے منسلک ہوں اور میری ذمہ داری انٹرنیٹ کے ساتھ ہے‘اس میں ہر قسم کے پروگرام ہوتے ہیں۔کیا شرعی حیثیت سے اس کام کو کرنے کی اجازت ہے؟

جواب: کمپیوٹر جدید دور کی ایسی ٹیکنالوجی ہے جس میں مفید اور مضر دونوں کام لئے جاسکتے ہیں‘اس لیے اس کو استعمال کرنے کی اجازت ہے‘البتہ اس میں کوشش کی جانی چاہئے کہ جو اس کے برے پہلو اور غلط اثرات ہیں اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔اس شعبے سے منسلک ہونے اور کام کرنے میں کوئی قباحت نہیں‘بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس شعبہ خاص انٹرنیٹ میں زیادہ سے زیادہ اسلام سے متعلق کام کیا جائے اور اس کو غیروں کے لیے آزاد نہ چھوڑا جائے۔

جاندار کی شکلوں والے کھلونے گھر میں رکھنے کا حکم

سوال: آج کل ہمارے گھروں میں بچوں کے کھلونے تقریباً ہر جگہ موجود ہیں: کوئی جانوروں کی شکل کے بنے ہوئے ہیں‘کوئی گڑیا وغیرہ مورتی کی صورت میں۔وہاں قرآن کی تلاوت‘نماز اور سجدے کی ادائیگی کرتے ہیں۔ بعض اوقات نماز کے لیے وضو کریں یا سلام پھیریں تو نظر پڑ جاتی ہے یا ذکر میں مصروف ہوں تو بچے کھیلتے ہوئے سامنے آجاتے ہیں۔اس بارے میں رہنمائی فرمائیں!

جواب: واضح رہے کہ گھروں میں جو بچیاں گڑیاں بناتی ہیں اور جن کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے‘محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے‘ان کے ساتھ بچیوں کا کھیلنا جائز ہے اور ان کو گھروں میں رکھنا بھی درست ہے‘لیکن پلاسٹک کے جو کھلونے بازار میں دستیاب ہیں‘وہ تو پوری مورتیاں ہوتی ہیں‘ان مجسموں کی خرید وفروخت اور ان کا گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔احادیثِ مبارکہ کی رُو سے ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس کی وجہ سے آج ہماری گھریلو زندگی سے برکت اور سکون روٹھ چکا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل ایسے کھلونوں کو گھر میں رکھنے کا رواج چل نکلا ہے جس کی وجہ سے ہمارے گھر ”بت خانوں“ کا منظر پیش کر رہے ہیں۔گویا شیطان نے کھلونوں کے بہانے بت شکن قوم کو بت فروش اور بت تراش بنادیا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے محفوظ رکھے۔

جاندار کی پرنٹ تصاویر بنانا کیوں ناجائز ہے؟

سوال: جانداروں کی تصویریں بنانا کیوں منع ہے؟

جواب: واضح رہے کہ بے جان چیزوں کی تصویر دراصل نقش ونگار ہے‘اس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔اور جاندار چیزوں کی تصویر کو اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا ذریعہ ہے۔

تصاویر سازی کی حرمت پر ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ ذکر کی جاتی ہے:

1: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی غیر موجودگی میں چھوٹا سا بچھونا خرید لیا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔جب نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے‘اندر تشریف نہیں لائے اور میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار محسوس کئے۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں‘مجھ سے کیا گناہ ہوا ہے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ گدّا کیسا ہے؟میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میں نے آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا‘ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی تھیں‘ان میں جان بھی ڈالو! نیز ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں تصویر ہو‘اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ: قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔(مشکوٰۃ)

3: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تصویریں بنانے لگے۔یہ لوگ ایک ذرہ تو بنا کے دکھائیں‘یا ایک دانہ اور ایک جو تو بناکے دکھائیں(حوالہ بالا)

4: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے سخت عذاب مصوّروں کو ہوگا(حوالہ بالا)

5: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

(بقیہ ص25پر)

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم تمیم احمد

پودینہ

صحت بخش بھی اور ذائقہ دار بھی

جب بھی آپ گھر کے لیے سودا سلف لانے کی غرض سے بازار روانہ ہوتے ہیں تو گھر کی خواتین آپ کو یہ بات ضرور یاد دلاتی ہوں گی کہ ''پودینہ ضرور لیتے آیئے گا'' اور آپ جب سبزی ترکاری خریدتے ہیں تو تھوڑا سا پودینہ بھی خرید لیتے ہیں۔ شاید آپ نے کبھی یہ غور نہ کیا ہو کہ خوشبودار پودینہ کتنی بہت سی صفات کا حامل ہے۔ عام طور پر لوگ پودینے کا مصرف صرف یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کھانوں کو خوش ذائقہ اور خوش بودار بنانے والی شے ہے' حالاں کہ پودینے میں محض یہی ایک خاصیت نہیں پائی جاتی' بل کہ قدرت نے پودینے کو حیرت انگیز خصوصیات سے مالا مال کیا ہے۔

یہ بات بھی کم ہی لوگوں کے علم میں ہے کہ پودینے کی بہت سی اقسام خودرَو ہیں اور پتھریلی نم جگہوں پر آب شاروں کے کناروں پر اُگتی ہیں۔ پودینہ کی کئی اقسام کی باقاعدہ بڑے پیمانے پر کاشت کی جاتی ہے۔ مدینہ منورہ کے اطراف میں پیدا ہونے والا پودینہ بڑا سر سبز اور خوش بودار ہوتا ہے اور حجّاج کرام' حج سے واپسی پر بطور تبرک مدینہ منورہ کا پودینہ ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اس سے تیار ہونے والی چائے بڑی فرحت بخش اور خوش بودار ہوتی ہے۔ پودینہ برصغیر پاک و ہند' جزائرِ عرب' یورپ اور امریکہ میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور شوق سے استعمال کیا جاتا ہے۔

حکماء کی اصطلاح میں پودینے کا مزاج گرم و خشک ہے۔ پودینہ خاص طور پر نظامِ ہاضمہ سے متعلق امراض میں مفید ہے۔ غذا کو آسانی کے ساتھ ہضم کر دیتا ہے اور ریاح کے اخراج میں مدد کرتا ہے' چناں چہ بھوک نہ لگنے' پیٹ پھولنے' کھٹی ڈکاریں آنے اور متلی و قے کے مریضوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ اس میں ایک روغن ہوتا ہے' جو ہیضہ کے جراثیم پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی ہو' پودینہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

پودینے کی ایک بڑی خوبی حساسیت (الرجی) کے خلاف اس کا مؤثر ہونا ہے۔ خصوصاً الرجی کی ایک شدید قسم شریٰ (پتی اچھلنا یا چھپاکی) میں پودینے کے پتوں کی چائے بنا کر پلائی جاتی ہے' جو جِلد کی جلن اور خارش کو رفع کر دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے پودینے کے دس گرام تازہ پتوں کا رس نصف پیالی عرق گلاب میں ملا کر پلایا جاتا ہے۔ پودینے میں کیڑوں کو ہلاک کرنے والے اجزا بھی پائے جاتے ہیں' خاص طور پر ناک و کان میں جو کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں' ان پر اگر پودینے کا تازہ رس ڈالا جائے تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

پودینہ آپ کے حُسن کا محافظ بھی ہے۔ چہرے کے داغ دھبوں' مہاسوں اور زائد تِلوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے تازہ پودینہ' خالص سِرکے' کے ساتھ پیس کر چہرے کے متاثرہ مقامات پر لیپ کیا جاتا ہے۔ چند دِنوں کی پابندی سے داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور جِلد نکھر آتی ہے۔ جِلد کی رنگت صاف کرنے کے لیے پودینے کو پانی میں جوش دے کر اُس پانی سے نہانے کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔

پودینہ مختلف اقسام کے زہروں کا تریاق بھی ہے' خاص طور پر بچھو' بھڑ' بلّی اور چوہے وغیرہ کے کاٹے پر پودینے کو پیس کر لیپ کیا جاتا ہے۔ ایّام کو جاری کرنے میں بھی پودینہ مفید ہے' اس لیے وہ خواتین جو ایّام کی تنگی یا کمی میں مبتلا ہوں' پودینے کی چائے اور تازہ رَس استعمال کر کے اس مشکل سے چھٹکارہ حاصل کر سکتی ہیں۔ حاملہ خواتین حتیٰ الامکان اس کے استعمال سے پرہیز کریں۔

پودینے کی ایک منفرد خاصیت یہ ہے کہ یہ خون میں موجود فاسد مادّوں کو پسینے کے ذریعہ جسم سے خارج کر دیتا ہے' اسی لیے یرقان کی صورت میں پودینے کو خاص طور پر استعمال کروایا جاتا ہے۔ بلغم کو پتلا کرنے کی صلاحیت بھی پودینے میں ہے' اس لیے بلغمی کھانسی میں بھی مریض کو اس کی چائے پلائی جاتی ہے۔ پودینے کو اچھی طرح پانی سے دھو کر اس کے پتے الگ کر لیے جائیں اور انہیں سائے میں خشک کرنے کے بعد' ہاتھوں سے مسل کر چُورا کر لیا جائے۔ پھر جب بھی کھانا کھائیں' اس سفوف کو سالن پر چھڑک لیں' معدے کی جلن جو بھوک کے وقت یا کھانے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے' پیٹ کے پھولنے' بد ہضمی اور معدے کے ابتدائی صورت میں یہ نسخہ بہت مفید ہے۔

منہ اور گلے کی بیماریوں میں پودینے کا کردار: پودینہ اپنے خوش گوار ذائقے اور اجزا کی وجہ سے دانتوں کے خاص امراض اور بو کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ پودینے

میں کلوروفل اور جراثیم کش اجزا ہوتے ہیں۔اگر کسی کو پائیوریا' مسوڑھوں کی خرابی اور دانتوں کی کم زوری جیسی شکایت ہو یا پھر گلا بیٹھ جائے اور زیادہ بولنے سے خراش پیدا ہو جائے تو تازہ پودینے کے پتے چبانے اور تازہ پودینے کے جوشاندے میں نمک ملا کر غرغرے کیے جائیں تو آواز کھل جاتی ہے اور گلے کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ چہرے پر پھوڑے پھنسی اور جلدی امراض مثلاً خارش' سوزش پر لگایا جائے تو بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

پودینے کی آمیزش سے کئی مرکب دوائیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ان میں جوارشِ پودینہ' جوارشِ انارین' عرقِ پودینہ اور قرصِ پودینہ قابلِ ذکر ہیں' جو نظامِ ہاضمہ سے متعلق بہت سے امراض میں استعمال کروائی جاتی ہیں۔خاص طور پر متلی' الٹی' اسہال' بدہضمی' سینے کی جلن' بھوک نہ لگنے' منہ کا ذائقہ کڑوا رہنے' یرقان اور ورمِ جگر میں یہ دوائیں بہت فائدہ پہنچاتی ہیں۔

پودینے کی ایک اہم قسم "پودینہ کوہی" ہے جسے "جاپانی منٹ" بھی کہتے ہیں۔اسی پودے سے "ست پودینہ" یا "مینتھول" حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ پودا چین و جاپان میں سب سے زیادہ پیدا ہوتا ہے اور جاپان ہی "ست پودینہ" کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے۔ایک سال میں اس کی دو فصلیں کاٹ لی جاتی ہیں۔اس سے ایک روغن کشید کیا جاتا ہے جو روغنِ پودینہ جاپانی "جاپانی منٹ آئل" کہلاتا ہے۔اس روغن کو مخصوص کیمیائی طریقوں سے ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے تو یہ منجمد ہو کر قلموں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قلمی شکل یہ ست پودینہ مینتھول کہلاتا ہے۔ست پودینہ کو دوا' ذائقہ اور خوش بو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔یہ پان کے مسالوں میں شامل کیا جاتا ہے۔اسے زبان پر رکھنے سے منہ میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ست پودینہ کو بدہضمی' قے' اسہال خصوصاً غذائی سَمِّیت (فوڈ پوائزننگ) ہیضہ اور درد دور کرنے کے لیے استعمال کروایا جاتا ہے۔اس کا ایک مشہور مرکب درجنوں نام سے بازار میں فروخت ہوتا ہے اور بہت سے امراض کو دور کرنے کی حیرت انگیز خاصیت رکھتا ہے۔ست پودینہ اور ست اجوائن کو برابر مقدار میں ملا کر کسی شیشے کی بوتل میں ڈھکن اچھی طرح بند کر کے' دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے۔چند گھنٹے بعد یہ سیال شکل اختیار کر لیتا ہے۔کتابوں میں اس کا تذکرہ روغنِ حیات یا روغنِ عجیب کے نام سے آتا ہے۔ بعض دواخانے اس میں لونگ کا تیل' کافور یا اسی طرح کسی شے کا اضافہ کر دیتے ہیں اور اسے زندہ طلسمات' امرت دھارا' قلزم اور دیگر ناموں سے فروخت کرتے ہیں۔اس کے تین یا چار قطرے ایک چمچہ شکر پر ڈال کر یا پانی میں ملا کر مریض کو پلائے جائیں تو مندرجہ بالا امراض میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

کان کے درد کی صورت میں روغنِ زیتون یا روغنِ بادام ایک چمچے میں گرم کر کے اس میں دو تین قطرے روغنِ حیات کے شامل کر دیتے ہیں اور کان میں ڈالتے ہیں۔جلے ہوئے مقام پر اسے لگانے سے جلن اور سوزش دور ہو جاتی ہے اور آبلہ نہیں پیدا ہوتا۔اسی لیے لوگ گھر میں ابتدائی طبّی امداد کی اس مختصر ڈبیا کو ضرور رکھتے ہیں اور سفر پر ساتھ لے جاتے ہیں۔

پودینے کی ایک اور قسم پودینہ فلی (پیپر منٹ) کہلاتی ہے۔اس کی خوش بو سب سے تیز ہوتی ہے۔اس سے روغنِ پودینہ (پیپر منٹ آئل) تیار کیا جاتا ہے' جو بہت سے امراض کے علاج میں کام آتا ہے۔پودینے کی ایک اور قسم پودینہ نہری (مارش منٹ) ہے' جو نہروں کے کناروں پر اُگتی ہے۔پودینے کی ایک قسم کا نام قدیم کتب میں مشکطرامشیع بیان کیا گیا ہے۔پودینے کی یہ قسم پاکستان میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور ایران' اسپین اور مراکش میں بھی پائی جاتی ہے۔اس سے ایک روغن حاصل کیا جاتا ہے جو روغن مشکطرامشیع کہلاتا ہے۔یہ روغن دواؤں میں استعمال ہونے کے ساتھ صابنوں کو خوش بودار بنانے میں بھی کام آتا ہے۔اس سے مصنوعی ست پودینہ بھی بنایا جاتا ہے' پودینہ کی یہ قسم خواتین کے امراض خصوصاً ایّام کی بندش اور تکلیف میں استعمال ہوتی ہے۔نظام ہضم درست کرنے کے لیے اس کی دس گرام مقدار کو ایک پیالی پانی میں جوش دے کر چھاننے اور صبح نہار منہ اور رات سونے سے قبل پینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

پودینے کے اتنے سارے فوائد ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ مختلف امراض سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس قدرتی دوا کو کام میں لایا جائے۔

بقیہ مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہوگا' اس نے جتنی تصویریں بنائی تھیں' ہر ایک کے بدلے میں ایک روح پیدا کی جائے گی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی (حوالہ بالا)

ان احادیث سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تصویرسازی اسلام کی نظر میں کتنا بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کو اس سے کتنی نفرت ہے۔

اس موضوع پر مزید تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "تصویر کے شرعی احکام" ملاحظہ فرما لیا جائے' جو اس مسئلے پر بہترین اور مفید رسالہ ہے۔تمام پڑھے لکھے حضرات کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

گناہوں میں اضافے کے خوف سے خودکشی کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ اگر میں دنیا میں رہوں گا تو میرے گناہوں میں اضافہ ہوگا' اس سے بہتر یہ ہے کہ میں خودکشی کر لوں' تو کیا یہ بات جائز ہے؟

جواب: واضح رہے کہ خودکشی حرام ہے اور حرام کام کا سوچنا بھی حرام ہے۔یہ شیطان کا وسوسہ ہے کہ اگر میں زندہ رہوں گا تو میرے گناہوں میں اضافہ ہوگا' لہٰذا اس کا علاج یہ کرو کہ اپنے آپ ہی کو ختم کر لو۔اس کی مثال ایسی ہوئی کہ کوئی شخص یوں سوچے کہ وقتاً فوقتاً مضرِ صحت چیزیں کھانے سے صحت خراب ہو جاتی ہے' لاؤ ایک ہی بار زہر کھا کر اپنے آپ ہی کو ختم کر لو' تاکہ نہ صحت ہو' نہ وہ خراب ہوا کرے۔

گناہ سے بچنے کا علاج خودکشی نہیں' بلکہ ہمت سے کام لے کر گناہوں سے بچنا ہے' اور اگر اس کے باوجود گناہ ہو جائیں تو فوراً سچی توبہ کرنا ہے' توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔اور پھر زندگی تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا بدل نہیں' زندگی ہوگی تو آدمی نیکی کر سکے گا' مرنے کے بعد نیکی کا دروازہ بند۔۔۔!

بڑھاپے میں چڑچڑے پن کی وجہ سے والدین سے قطع تعلق کرنے کا حکم

سوال: اگر والدین بڑھاپے کی عمر کو آئیں اور ان کے چڑچڑاپن یا دماغ یا حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے جوان بیٹے بیٹیاں ان سے قطع تعلق کریں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: ایسی اولاد جو والدین کو ان کے بڑھاپے میں تنہا چھوڑ دیتی ہے' سخت گناہ گار ہے' جو لوگ جنت میں نہیں جائیں گے ان میں والدین کے نافرمان کو بھی حدیث میں ذکر فرمایا ہے۔اس جرم سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے اور والدین کو راضی کرنا چاہیے۔

NEW

Zaiby Jewellers

CLIFTON

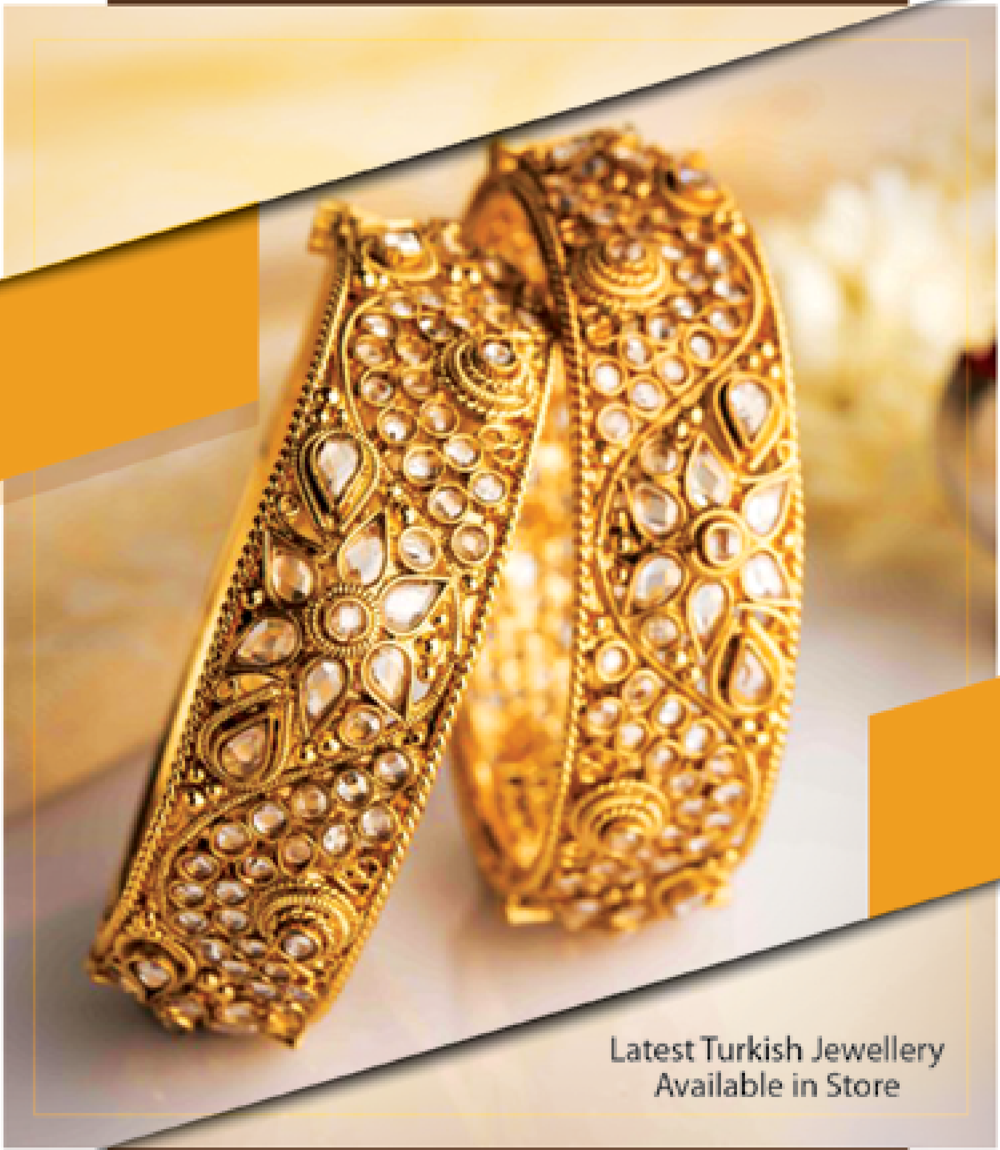

AVAIL THE WORLD
CLASSIC JEWELLERY

S-11 Yousuf Grand Square, Clifton Block-8, Karachi Pakistan.
newzaibyjewellers@gmail.com 35835455, 35835488
NewZaibyJewellers

ترتیب وپیش کش

معلّمات مرکزفہم دین

مرکزفہم دین ڈیفنس فیز 4 کراچی میں میں منعقد ہونے والی ورکشاپ کی چند جھلکیاں

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اس میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق مکمل ہدایات موجود ہیں۔زیب وزینت' حسن وجمال زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ اسلام نے اس کے متعلق بھی ایسی جامع ہدایات دیں' جو نہ حدِّاعتدال سے بڑھی ہوئی ہیں اور نہ ہی اس سے کم ہیں۔

زیب وزینت اور حسن وجمال کے لیے تین پہلو اہم ہیں : (1) لباس (2) زیورات (3) میک اپ

لباس

لباس ایک کپڑا نہیں کہ انسان نے اٹھا کر پہن لیا' بل کہ یہ لباس انسان کے طرز وفکر پر' اس کی سوچ اور ذہنیت پر اثرانداز ہوتا ہے۔

اسلام نے نہ تو بے ڈھنگے لباس اور پراگندہ بالوں کو پسند کیا اور نہ ہی آرائش وزیبائش میں مبالغے کی تعریف کی' بل کہ سادگی اور صفائی کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

اسلام کی نظر میں لباس کے بنیادی مقاصد

(1) لباس ایسا ہو جو تمہاری پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپائے۔

(2) لباس ایسا ہو جسے دیکھ کر انسان کو فرحت ہو' بے ڈھنگا نہ ہو۔

لباس کے تین عیب

(1) لباس کا چھوٹا ہونا کہ پہننے کے باوجود ستر کا کچھ حصہ مثلاً پنڈلی' بازو کھلا رہے۔

(2) لباس کا باریک ہونا کہ پہننے کے بوجود جھلکتا ہو۔

(3) لباس کا اتنا چُست ہونا کہ جسم کی ہئیت اور ابھار معلوم ہو۔

موجودہ فیشن استعمال کرنے کی قباحتیں

(1) خواہشات کا غلام بننا۔

(2) دل میں تکبر اور بڑائی کا پیدا ہونا۔

(3) خودغرض بننا' غرباء کی مدد کا جذبہ ختم ہونا۔

(4) اسراف کرنا کہ نیا لباس خریدنے پر پرانا ضائع کردینا۔

(5) حرص کا بڑھنا' دل کے اطمینان کا ختم ہونا۔

(6) فاسقہ وفاجرہ عورتوں کی نقّالی کرنا جو کہ حرام ہے۔

(7) فیشن پر خوب پیسہ خرچ کرنا' زکوۃ اور قربانی سے غافل رہنا۔

لباس اور سائنس

سورج میں موجود **ultraviolet rays** سخت گرمی میں جلد اور دماغ کے لیے نقصان دہ ہیں' اگر لباس موٹا نہ ہو تو یہ شعائیں جلد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

زیورات

عورتوں کو زیور سے فطری طور پر محبت ہوتی ہے' چناں چہ اسلام نے اس فطری خواہش کی رعایت رکھی اور سونا' چاندی' پھول' ہڈی' پلاسٹک ہر طرح کے زیورات کو عورت کے لیے جائز قرار دیا۔

زیورات کے متعلق چند اہم ہدایات

(1) سونا چاندی کا زیور ذاتی حلال مال سے بنوایا جائے' اس میں سود کا استعمال نہ ہو۔

(2) سونا چاندی خریدتے وقت آداب اور مسائل کا لحاظ رکھا جائے' تاکہ سودے کی کوئی ایسی صورت نہ بنے' جس پر سود کا حکم لگتا ہو۔

(3) سونا چاندی کے خرید وفروخت میں دین دار جیولر کا انتخاب کیا جائے' جو مسائل کی واقفیت رکھتا ہو' ورنہ مفتیان کرام سے اس سودے کے درست یا غلط ہونے کا پوچھا جائے۔

(4) زیور پہننے سے مقصد ریاء' دکھاوا' خود پسندی اور دوسروں کی حقارت نہ ہو۔

(5) شریعت کی طرف سے مقرر کردہ سالانہ زکوۃ کی ادائیگی کی فکر ہو۔

(6) ایسا زیور نہ ہو جس کے اندر خول میں بجنے والی چیز ہو' جیسے گھنگرو' جھانجن وغیرہ کہ انھیں شیطان کے باجے کہا گیا ہے۔

(7) سونے چاندی کی انگوٹھی کا استعمال جائز ہے' دیگر دھات کی انگوٹھی کے لیے احتیاط یہی ہے کہ استعمال نہ کی جائیں تاہم اگر کوئی پہن لے تو گنجائش ہے۔

(8) ناک چھیدوانا اور ناک میں زیور نہ پہننا بہتر ہے' اگر کوئی پہنے تو گنجائش ہے۔

(9) خاوند اور عورتوں کے سامنے پازیب پہننا جائز ہے۔

(10) زیور کا پہننا جائز تو ہے' مگر زیادہ نہ پہننا بہتر ہے' جس نے دنیا میں نہ پہنا اسے آخرت میں بہت ملے گا۔

میک اَپ

جہاں تک عورت کی آرائش وجمال اور زینت کا تعلق ہے تو اسلام عورت کو اجازت دیتا ہے کہ اخلاقی حدود میں رہ کر بناؤ سنگھار کرے۔

میک اَپ کے شرعی احکام

(1) شرعی حدود میں رہتے ہوئے میک اَپ استعمال کرنے کی گنجائش ہے' شرط یہ ہے کہ حرام اور نجس اشیا پر مشتمل نہ ہو۔

(2) لپ اِسٹک کا استعمال شوہر کی خوش نودی کے لیے جائز ہے' جب کہ اس میں حرام کی آمیزش نہ ہو' جیسے carmine وغیرہ جن لپ اسٹکس میں ڈالا گیا ہو' ان کا استعمال درست نہیں۔

(3) بلیچ اور فیشل کرانا جائز ہے' ان میں کوئی حرج نہیں۔

(4) اُبٹن کریم وغیرہ کا استعمال جائز ہے' جب کہ حرام کی ملاوٹ سے پاک ہو۔

(5) آنکھوں پر آئی لائنر یا آئی شیڈز کا استعمال جائز ہے۔

(6) بھنوؤں کو محض زینت کے لیے باریک کرنا قابلِ لعنت عمل ہے' البتّہ بھنویں بہت گھنی ہوں کہ شوہر کو بدنما معلوم ہو تو کچھ تراش خراش کی اجازت ہے۔

(7) سُرمہ لگانا نہ صرف جائز بل کہ مسنون ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق آنکھوں کے بے شمار امراض سے بچاتا ہے۔

(8) محض زیب وزینت کے لیے سرجری کروانا جائز نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی ہے البتّہ ضرورت کی بناء پر عیب دور کرانا (مثلاً زائد انگلی ہٹانا) جائز ہے۔

(9) ناخن بڑے کرنا فطرت کے خلاف ہے' شرعاً اس کی اجازت نہیں۔

بیوٹی پارلر کی شرعی حیثیت

اگر بیوٹی پارلر میں ناجائز فعل مثلاً بھنویں بنانا' بال کٹوانا اسی طرح میوزک اور بے پردگی نہ ہو تو وہاں سے میک اپ کروانے کی گنجائش ہے۔

مروّجہ میک اپ اور سائنس

نت نئے فیشن استعمال کرنے سے عورت کا فطری اور قدرتی حسن ختم ہو جاتا ہے۔آج کل میک اپ کی اشیاء میں کیمیکل استعمال ہوتا ہے ،جس سے چہرے پر سیاہ دانے ، کیل مہاسے ،پھوڑے پھنسیاں وغیرہ نکل آتی ہیں۔سائنس کی شہادت ہے کہ حسن میں اضافہ کاسمیٹکس کے استعمال سے نہیں بل کہ متوازن غذا سے حاصل ہوتا ہے۔

بالوں سے معلق شرعی احکام

(1) بالوں کو سیاہ خضاب ،سیاہ مہندی یا عام کلر سے رنگنا مجاہد کے علاوہ لوگوں کے لیے جائز نہیں البتّہ دیگر رنگوں مثلاً براؤن ،گولڈن وغیرہ سے رنگنا درست ہے۔

(2) سر کے اوپر جوڑا باندھنا ناجائز ہے ،حدیث میں ہے ایسی عورتیں جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گی ،البتّہ گُدّی پر جوڑا باندھنا جائز ہے بل کہ حالتِ نماز میں افضل ہے۔

(3) سر کے اوپر یا دائیں بائیں پف بنانا بُختی اونٹ کے کوہان کے مانند ہے جسے حدیث میں سخت عذاب کا باعث قرار دیا ہے۔

(4) زیب زینت کی غرض سے بال کٹوانا جائز نہیں بل کہ موجبِ لعنت ہے البتّہ اگر بال بہت لمبے ہو یا سنبھالنا مشکل ہو تو کچھ کترنے کی اجازت ہے۔

(5) مانگ میں سندور بھرنا یا پابندیاں لگانا غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے ،اس سے بچنا لازم ہے۔

(6) بالوں میں مختلف زیور ،کپڑے اور پلاسٹک کے پھول یا اصلی پھول ،کلپ اور ہیئر بینڈز لگانا درست ہے ،لیکن اگر سر ،پیٹھ یا گدی پر ابھار بن جاتا ہو تو اس صورت میں گھر سے باہر اس کا استعمال جائز نہیں۔

بال اور سائنس

سائنسی تحقیقات کے مطابق بالوں کا بڑھنا خواتین کے لیے ضروری ہے۔اس سے یادداشت ،قوتِ برداشت میں اضافہ اور بے شمار بیماریوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔گھنے اور لمبے بالوں کو کاٹنے سے ڈپریشن ،فرسٹریشن اور اینگزائٹی جیسی بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

بال اور سنتِ نبوی

سر میں تیل لگانا مستقل سنت ہے۔حکیم طارق محمود چغتائی تحریر فرماتے ہیں کہ ”سر میں قدرتی تیل کے مساج سے بال گھنے ہوتے ہیں ،رنگ دیر تک کالا رہتا ہے ،خشکی اور سکری پیدا نہیں ہوتی ،دماغ تروتازہ اور بینائی تیز ہوتی ہے۔

مہندی کا شرعی حکم

(1) عورتوں کے لیے ہاتھوں پر مہندی لگانا شرعاً پسندیدہ ہے۔

(2) ہاتھوں کی ہتھیلی ،پشت پر اور پاؤں پر سب جگہ مہندی لگانا جائز ہے بشرطیکہ زیادہ وقت کا ضیاع نہ ہو اور نمازوں کا خاص خیال رکھا جائے۔

حقیقی حسن حاصل کرنے کا اَن مول نُسخہ

نماز چہرے کی تروتازگی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ،خاص کر جب بندہ سجدہ میں اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ایک امریکن ڈاکٹر کے بقول : ”اگر عورتوں کو پتہ چل جائے کہ نماز میں لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے چہرہ خوبصورت ہوتا ہے تو وہ سجدہ سے سر ہی نہ اٹھائیں۔جب بندہ سجدے میں جاتا ہے تو وافر مقدار میں چہرے کو خون ملنے سے چہرہ تروتازہ ہو جاتا ہے اور چہرے پر رونق آتی ہے۔

بد نظری سے بچنے والے کا چہرہ پر نور اور ایک خاص کشش کا حامل ہوتا ہے جو ہزار کریموں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

شریعت کا مسلمان عورت سے مطالبہ

(1) عورتیں گھر سے باہر نہ نکلیں بل کہ گھریلو امور میں مصروف رہیں۔

(2) ضرورت کے وقت سادہ برقعہ پہن کر پورا بدن اور زینت چھپا کر نکلیں۔

(3) سڑک کے کنارے چلیں ،مردوں کے درمیان میں نہ چلیں۔

(4) خوشبو لگا کر یا بجنے والا زیور پہن کر نہ نکلیں۔

(5) بجنے والی سینڈلز اور ایسے جوتے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہوں یا جن سے فاسقہ ،فاجرہ عورت سے مشابہت ہوتی ہو ،وہ پہن کر نہ نکلیں۔

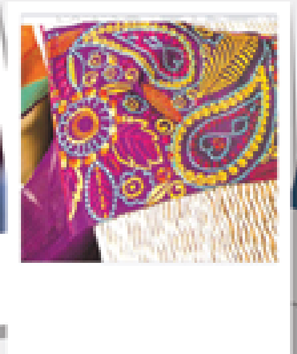
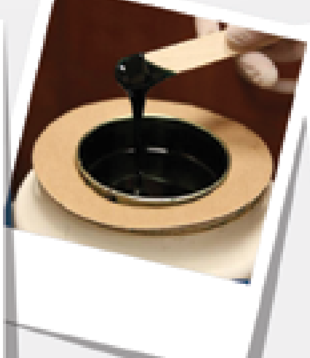
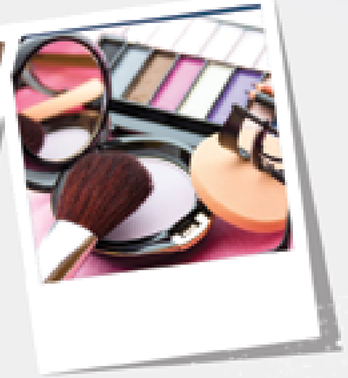

ADMISSIONS OPEN 2017 - 2018

MONTESSORI TO 'O' LEVEL

NAKHLAH

Educational House For Islamic Grooming

AFFILIATED WITH

University *of* Cambrid e International Examinations, UK

Admission Request Form

Available from Friday 6th January, 2017

Admissions Office

021-34531805, 021-34526527, 021-34537938

Office Timings

Monday to Friday: 08:30 am to 03:30pm

Saturday: 09:30 am to 12:30 pm

for further information | www.nakhlah.edu.pk

باپ کا بیٹی کے نام خط نمبر 26

کامیاب ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی ! ازدواجی زندگی کو کام یاب بنانے کے لیے اہم نکات نوٹ کر لیں۔

(۱) سسرال میں سب سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور کوشش کریں کہ سب سے حسب مراتب اچھا سلوک کریں‘ لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کا برتاؤ ایسا ہو جو آپ ساری عمر نبھا سکیں۔ اگر شروع میں اچھے اخلاق ہوں اور کچھ عرصہ بعد بد اخلاقی سے پیش آیا جائے تو اس سے انسان کی قدر و منزلت نہیں رہتی‘ لہٰذا آپ ایک خوشگوار تعلق مستقل بنیادوں پر قائم رکھیں۔

(۲) آپ اپنا مقابلہ اپنی نندوں یا دیور جیٹھ سے ہرگز نہ کریں‘ کیوں کہ اس گھرانے کی اولاد ہونے کے ناتے ان کی جگہیں پہلے سے بنی ہوئی ہیں‘ جب کہ آپ نے بحیثیت بہو اس گھرانے میں اپنے حسنِ سلوک سے اپنی جگہ بنانی ہے۔

(۳) ہمارے معاشرے میں سسرال ہی لڑکی کا اصل گھر ہوتا ہے۔ میکے میں تو وہ مہمان ہوتی ہے‘ لہٰذا آپ سسرال ہی کو اپنا گھر سمجھیے اور ایسا برتاؤ کیجیے کہ وہاں سب کو آپ سے اپنائیت کا احساس ہو۔ سسرال والوں کے دُکھ سکھ میں آپ ضرور شریک ہوں۔ اگر کسی وقت آپ کے شوہر اپنی مصروفیات کے سبب شریک نہ بھی ہو سکیں تو آپ ضرور شریک ہوں۔ اس طرح آپ اس گھرانے کی ایک فرد کی حیثیت لے سکتی ہیں۔ اگر وہاں کسی پریشانی یا مشکلات اور مسائل کا سامنا ہو تو حتیٰ الامکان ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اور ہر طرح سے ان کی مدد کریں۔ آپ تو جانتی ہی ہیں بیٹی کہ کسی کے کام آنے کے لیے کسی نہ کسی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ اس سے بھی دریغ نہ کریں‘ کیوں کہ تمام رشتے محبت‘ احساس اور قربانی ہی سے مضبوط ہوتے ہیں۔

(۴) سسرال میں ایک کی بات دوسرے سے ہرگز نہ کریں۔ اگر کوئی دوسرا کر رہا ہو تو آپ سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے وہ بات وہیں پر ختم کر دیں اور دوسروں سے ذکر نہ کریں۔ اپنے میکے والوں کی برائی سسرال میں ہرگز نہ کریں‘ کیوں کہ بعد میں اسی بات کا آپ کو طعنہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ آپ سسرال میں اپنے میکے کی سفیر کی حیثیت رکھتی ہیں اور اپنے میکے کی عزت و وقار کا بھرم بھی آپ ہی نے رکھنا ہے۔ لہٰذا اگر میکے والوں سے آپ کو کوئی گلہ شکوہ ہو بھی تو شوہر کے علاوہ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کریں۔ آپ سسرال میں اپنے میکے والوں کی بہت زیادہ تعریفیں کرنے سے بھی گریز کریں‘ کیوں کہ اس طرح دوسروں میں احساسِ کم تری پیدا ہوتا ہے اور اسے کسی صورت اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

(۵) آپ اپنے شوہر کے خاندان کی ایک فرد ہیں‘ لہٰذا وہاں کا پردہ رکھنا آپ پر اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ اپنے میکے کا پردہ رکھتی ہیں۔ بعض لڑکیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے سسرال والوں کی نجی زندگی کی باتیں کھول کھول کر میکے والوں کو سناتی ہیں‘ یہ نہایت غیر مناسب ہے‘ اس سے پرہیز کریں۔

(۶) آپ مختلف خوشی کے موقع پر مثلاً عید وغیرہ پر ان کو مبارک باد کا پیغام بھیجنا کبھی نہ بھولیں۔ اس سے ان کو خوشی ہو گی اور آپ کا اچھا تاثر قائم رہے گا۔ جیسا کے ہمارے دین میں ہے کہ ایک دوسرے کو تحفہ دو‘ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے‘ لہٰذا آپ بھی اپنے سسرالی رشتے داروں کو حسبِ توفیق خاص خاص موقعوں پر تحائف ضرور بھیجا کریں‘ تا کہ باہم محبت میں اضافہ ہوتا رہے۔

(۷) آپ تو جانتی ہی ہیں بیٹی کہ گھریلو سکون حاصل کرنے کے لیے گھر کا مستحکم مالی نظام اور متوازن بجٹ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ خصوصاً اس دور میں جب مہنگائی کی بڑھتی ہوئی شرح نے میں لوگوں کے مسائل میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ ہمارے دین نے بیوی کو شوہر کے مال کا محافظ قرار دیا ہے‘ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ شوہر کی جتنی بھی آمدنی ہو‘ اسے شوہر کی اجازت سے اس طرح خرچ کریں کہ آپ مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ اس کے لیے گھریلو بجٹ بنائیے‘ اس پر مکمل طور پر عمل درآمد کیجیے۔ سادگی اور کفایت شعاری کو اپناتے ہوئے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں‘ یعنی اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کریں۔ اس طرح آپ کو اپنی ازدواجی زندگی میں سکون و اطمینان محسوس ہو گا اور آپ کے شوہر بھی مقروض ہونے اور مالی مسائل میں مبتلا ہو کر ذہنی دباؤ اور پریشانیوں کا شکار نہیں ہوں گے اور مالی لحاظ سے مطمئن زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

(۸) یاد رکھیے کہ شادی کے بعد شوہر کا گھر ہی بیوی کا اصل گھر ہوتا ہے۔ اس پر پختہ یقین اور عملی ثبوت ہی اس رشتے کی مضبوطی کی بنیاد ہے۔ آج کل کچھ لڑکیوں میں یہ رجحان اکثر نظر آتا ہے کہ وہ شادی کے بعد بھی میکے ہی کو اپنا اصل گھر تصور کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ شوہر کے گھرانے کا ایک فرد بن کر نہیں رہتیں اور نہ ہی ان میں اپنائیت نظر آتی ہے۔ یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ اور نامناسب رویہ ہے۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والی لڑکیاں کبھی سسرال میں گھل مل نہیں سکتیں اور ان کی غیریت کی وجہ سے فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی وہ علیحدگی پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ اس لیے بیٹی شوہر کے گھر ہی کو اپنا اصل گھر مانیے‘ اسی کو جنت بنانے کے لیے اپنی ذہانت اور صلاحیت استعمال کیجیے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ میکے سے بالکل ہی ناتا توڑ لیں۔ میکے میں آپ نے زندگی کا ایک خوبصورت دور گزارا ہے۔ آپ اپنے والدین اور عزیزوں کا خیال رکھیں اور حتیٰ الامکان اُن کی خدمت بھی کیجیے۔ بس شوہر کے گھر کو اپنا اصل گھر سمجھتے ہوئے وہاں اچھائی کا بیج بوئیں۔ انشاء اللہ اچھائی کے بیج سے اچھا ہی پودا نکلے گا۔ اور آپ کی نیک نیتی اور خلوص ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی صورت میں رنگ لائے گا۔

دعا گو

آپ کے ابو

ٹِنگ ٹونگ

آخری قسط

شیخ عظم ترکر

لیکن اس کے بر عکس آج کل یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ شادی کی رات ہی دلہن سے کہہ دیا جاتا ہے "میری ماں کو خوش رکھو گی تو خوش رہو گی۔" اور دوسری طرف بعض گھرانوں میں مائیں شروع سے ہی یہ سوچ لیتی ہیں کہ اگر ابھی سے مزاج میں سختی نہ رکھی تو بہو بیٹے کے سر چڑھے گی اور کہیں مجھ سے میرا بیٹا ہی نہ چھین لے' وہ بہو سے خوش ہونے کو تیار ہی نہیں ہوتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی گھرانوں میں انھی نجی جھگڑوں کی وجہ سے طلاق جیسے خوف ناک عمل تک کی نوبت آجاتی ہے۔

میرے دوست! مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت یعنی بیوی کی ضروریات پوری کرے۔ اس بارے میں ایک صحابی نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ "بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تو کمائے تو اسے کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارے اور اسے بد عا کے الفاظ نہ کہے (ابوداوٗد)"

میرا سانس بری طرح پھول چکا تھا اس تقریر سے۔ ارسلان ساکت بیٹھا تھا۔ بہت دیر خاموشی کے بعد اس کی گھٹی گھٹی سی آواز آئی: "اور اگر کوئی بیوی کے ساتھ بد سلوکی کر چکا ہو تو...؟"

"تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے معافی مانگ لے اور اسے منا کے واپس گھر لے آئے۔" میں صوفے سے اٹھ کر اس کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔

"بھائی! معافی بھی..."

"تو میرے بھائی! کبھی تم معافی مانگنے میں پہل کرو، کبھی وہ، زندگی اسی طرح خوش حال ہو گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میاں بیوی میں لڑائی نہیں ہو سکتی، ہوتی ہے' اختلافات ہوتے ہیں، جہاں دو برتن ہوں وہ آپس میں ٹکراتے بھی ہیں، لیکن اس لڑائی کو چیونگم کی طرح مت کھینچو۔ بھابھی کا موڈ خراب ہو تو تم منالو، تمہارا موڈ آف ہو تو وہ منالیں اِٹس سِمپل!!" میں نے اس کا گُھٹنا تھپتھپایا۔ ارسلان شرمندگی کے مارے اپنا سَر نہیں اٹھا رہا تھا۔ "تھوڑا تم خیال کرو، تھوڑا وہ... زندگی کی گاڑی بڑی مطمئن گزرے گی، اگر میں ابھی اپنی بیوی سے چائے کا کہتا تو وہ ضرور بنا دیتی، بل کہ اس نے کہا بھی کہ میں بنا دیتی ہوں، لیکن مجھے اس کی تھکن کا احساس تھا، کیوں کہ وہ بچوں کو بھی ساتھ ساتھ دیکھ رہی تھی اور میں چوں کہ فارغ تھا تو اس لیے میں نے بنالی۔ دیکھا! میں کہیں سے بھی نہیں گھسا!" میں ہنسا تو اس کے چہرے پر بھی پھیکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"ایک اور بات ... کسی وقت میں ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا کہ داڑھی کے علاوہ آپ کے چہرے کے بال اچھے نہیں لگتے۔ وہ دن اور آج کا دن آفس سے گھر آتے ہی پہلے خط بناتا ہوں، غسل کرتا ہوں، اچھے کپڑے پہن کر خوشبو لگاتا ہوں۔ سارے دن کی آفس کی تھکن بھی ساتھ ہی اتر جاتی ہے، پھر آفس میں جو دن گزرتا ہے، اس میں سے اچھی اچھی باتیں اس سے ڈِسکس کرتا ہوں۔ یوں خوش گوار ماحول میں کھانا کھاتے ہیں، کھانے کی تعریف کرتا ہوں۔ میرے بھائی! یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں، جن کا ہم خیال رکھیں گے تو ہماری زندگی نمونہ لگنے لگے گی، اگر کبھی کسی بات پر غصہ بھی آجائے تو اس کی اچھی باتیں اور خیال رکھنا سوچتا ہوں، جو غصّے پر غالب آجاتی ہیں۔ ہاں... اکثر اس کے لیے گِفٹس بھی لاتا ہوں ... پوچھو وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ کبھی پھولوں کے کنگن لے لیے، کبھی سوئیٹس لے لیں۔ یقین کرو! اگر کبھی جلدی میں بھول بھی جاتا ہوں تو گلی میں سے کوئی چھوٹا سا، پیارا سا پتھر اٹھا لاتا ہوں اور وہ اسے خوشی سے قبول بھی کرتی ہے۔ بھائی! ہم لوگوں نے عورت کو معمّہ بنا کے رکھا ہوا ہے۔ عورت تو بہت معصوم ہے، پیار کی بھوکی ہے۔ بس! ہر رشتے کو صحیح جگہ دینی چاہیے۔"

"تمھیں کیسے پتا کہ میری بیوی گھر میں نہیں ہے؟"

”اس طرح کہ یہ جو کھلونا ہے نا‘ یہ خاموش پڑا ہے۔“میں نے اس کا موبائل اٹھا کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا‘ جو آفس میں اکثر ہی بجتا تھا۔

”اور بھائی! یہ عورت کی محبت ہی ہوتی ہے‘ جو کال کر کے اپنا احساس دِلاتی ہے۔ اب جلدی سے اٹھو اور بھابی کو لے کر گھر جاؤ‘ کہیں ایسا نہ ہو دیر بہت ہونے پر سسرال میں تالے لگ جائیں۔“میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے اسے تیزی سے گزرتے وقت کا احساس دلایا۔اس کے ساتھ ساتھ میں بھی اٹھا اور الماری میں ترتیب سے رکھے فہمِ دین میں سے تین رسالے نکال کر اسے دیے۔

”یہ لو... بھابی کو گفٹ دے دینا۔“

”جزاک اللہ‘ بھائی! تمہاری تھوڑی سی صحبت نے میری زندگی بدل دی۔“وہ تشکر بھرے لہجے سے رسالے تھامتے ہوئے بولا۔

”بارک اللہ! اب جاؤ...مزید صحبت نہیں دے سکتا میں تمہیں‘ اندر میری خیر نہیں ہے۔یہ وقت صرف میری بیوی کا ہے‘ جو تھوڑا سا تمہیں دیا ہے۔“میں گیٹ تک اسے رخصت کرنے آیا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی اس کا سسرال تھا۔میں اسے اس وقت تک دیکھتا رہا‘ جب تک وہ ایک نقطے کی شکل میں نظر نہیں آیا اور سوچتا رہا کب بدلے گا ہمارا معاشرہ؟ دین کی سمجھ ہوتے ہوئے بھی لوگ حقوق اللہ تو پورے کر رہے ہیں‘ لیکن حقوق العباد سے نظریں چرا کر...

وہ کس منہ سے ماریہ کے سامنے چلا جاتا...اس نے گاڑی قریبی پارک کے سائیڈ میں لگا دی اور گاڑی لاک کر کے باہر آگیا۔وہ چلتا جا رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا جیسے وہ شرمندگی کے گڑھے میں گڑھتا جا رہا ہے۔

ماریہ پر آج اس نے ہاتھ اٹھایا تھا‘ اس سے پہلے بھی وہ ہاتھ اٹھا چکا تھا‘ لیکن آج ماریہ کی ہمت جواب دے گئی تو اس نے بچوں کے اور اپنے کپڑے بیگ میں بھرے اور بچوں کو لے کر گھر سے نکل پڑی۔اس کے گھر سے نکلتے ہی وہ بے چین ہو گیا تھا‘ رات کا وقت تھا‘ لیکن وہ لیٹ کر اپنی اَنا کا جشن منا رہا تھا۔کچھ منٹ بعد ہی اس کا بڑا بیٹا حذیفہ اندر آیا۔

”بابا! آپ ہمیں گاڑی میں چھوڑ آئیں ناں‘ نانو کے گھر۔اس وقت رکشا کہاں سے ملے گا؟“وہ جو اَرباز کے گھر جانے کا سوچ ہی رہا تھا‘ حذیفہ کی بات سن کر کھڑا ہوا۔اسے اٹھتا دیکھ کر حذیفہ جلدی سے بولا: ”بابا! امی کو نہیں بتایئے گا کہ میں نے آپ سے چھوڑنے کا کہا ہے‘ کیوں کہ میں ممی سے کہہ کر آیا تھا کہ گھر میں اسکول کی کتاب رہ گئی ہے‘ وہ لینے جا رہا ہوں۔“

حذیفہ جلدی سے یہ جملہ کہہ کر‘ اپنی کتاب اٹھا کر باہر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ ارسلان نے اپنی شرٹ پر ہاتھ مار کر شکنیں درست کیں‘ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر اپنے بال درست کیے‘ پرفیوم کا ڈھیر سارا چھڑکاو کیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل آیا۔اب اسے اپنی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔وہ تو تیار ہی اسی سوچ سے ہوا تھا کہ اَرباز کی بیوی اس سے متاثر ہو گی‘ کیوں کہ اس کی پرسنیلٹی پر تو لڑکیاں مرتی تھیں۔”تُف ہے ارسلان تجھ پر...اور حذیفہ‘ جو سمجھ کے زینے پر قدم رکھ چکا تھا۔کتنا حسّاس تھا اور میں بے حِس۔“

”وہ بچوں کو سلا رہی ہے اور ویسے بھی وہ پردہ کرتی ہے۔“فلم کی طرح اس کی نگاہوں میں منظر گڈمڈ ہو رہے تھے۔کیسا طمانچہ لگا تھا اس کے چہرے پر‘ اَرباز کی اس بات سے۔

اس کے بچے رات کو جلدی سو جائیں تو وہ جگا دیتا تھا: ”یہ گاؤں نہیں ہے‘ شہر ہے‘ بیک وَرڈ‘ عورت...“خود شور مچا کر بچوں کو اٹھا دیتا تھا‘ پھر بچے تنگ کرتے تو بھی ماریہ پر چیختا۔”کتنا ظالم ہے تُو ارسلان...“وہ خود سے مخاطب ہوا۔

اس کا کوئی دوست آجاتا تو ہر دو منٹ بعد ماریہ کو آواز لگا کر کبھی پانی‘ کبھی چائے‘ کبھی سگریٹ منگوا منگوا کر اس کی جان ہلکان کر دیتا اور وہ چوں بھی نہ کرتی۔ماریہ گھر کے عام حلیے میں ہوتی تو اسے چیخ کر اچھا سا تیار ہو کر دوستوں کے سامنے آنے کو کہتا اور وہ جب آتی تو اس کے حسن پر دوستوں کے سامنے فخر کرتا تھا۔کمینگی کی انتہا ہی تو کر رکھی تھی اس نے۔عورت کو نیچا دِکھا کے خوش ہونا تو اس کا مشغلہ تھا۔کسی بات پے جب وہ ہونٹ چبا کے آنسو پیتی تو اس کی انا کو بہت سکون ملتا تھا۔”آہ... اگر یہی سلوک میری بیٹی کے ساتھ کوئی کرے؟“کئی سوالیہ نشان اس کے سامنے تھے۔

”بھائی! ہم لوگوں نے عورت کو معمّہ بنا کے رکھا ہوا ہے۔عورت تو بہت معصوم ہے‘ پیار کی بھوکی ہے۔بس ہر رشتے کو اس کی صحیح جگہ دینی چاہیے۔“

”بیوی کو اس کا مقام دینا چاہیے اور یہ مقام اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے۔“اس نے کب دیا تھا ماریہ کو اس کا مقام؟ وہ کیسے لینے جاتا اسے؟

”میرے بھائی! کبھی معافی مانگنے میں تم پہل کرو‘ کبھی وہ۔“

کسی زمانے میں اس نے کہیں پڑھا تھا کہ عورت کا خمیر نرم مٹی سے بنا ہے‘ جیسے چاہو ڈھال لو۔”ہاں! میں معافی مانگوں گا‘ لیکن کیا وہ معاف کرے گی؟؟ ہاں کر دے گی... کتنا عجیب لگے گا ماریہ سے معافی مانگنا۔کیسے دیکھے گی وہ خوشی سے مجھے۔میں بات بات پر اس کی توہین کرنا چھوڑ دوں گا۔اس کی تعریف کروں گا۔اس سے کہوں گا کہ بچوں کو وقت پر سلا دیا کرے۔بچے بھی صبح وقت پر اسکول جایا کریں گے اور رات کو ماریہ سے بیٹھ کر باتیں بھی کیا کروں گا۔کتنا خوش ہو گی وہ۔“

”صاحب کنگن لے لو... غریب کی مدد کے لیے ہی لے لو۔“ایک کنگن بیچنے والے بچے کی آواز نے اسے خیالات سے باہر نکالا۔

”بیٹا! بارہ کنگن دے دو۔“وہ بے اختیار بولا۔

کنگن تو وہ اکثر ہی لے لیتا تھا‘ لیکن صرف گاڑی میں لٹکانے کے لیے۔

”اتنے سارے کنگن دیکھ کر تو ماریہ ضرور خوش ہو گی اور اپنے ہاتھ سے اسے پہناؤں گا تو اور خوش ہو گی۔“اس نے اپنے آپ سے کہا۔

کنگن لے کر اس نے بچے کو پیسے دیے اور دل میں پختہ عزم کیا کہ میں اپنے گھر کو جنت بناؤں گا۔وہ مسکراتا ہوا پارک کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا...

دادی اماں

وزیہ ظفر

میں جہاں کہیں بھی بھٹک گئی
میں گرتے گرتے سنبھل گئی
مجھے ٹھوکروں سے پتہ چلا
کوئی ہاتھ ہے میرے ہاتھ میں

"لاپروائی کی بھی حد ہوگئی! نہ ان کے دلوں میں بڑوں کا لحاظ ہے اور نہ ہی خدا کا کوئی خوف..." دادی جان کی کڑک دار آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی "کیا خاک رزق بڑھے گا اس گھر کے مکینوں پر، جن کے پاس ہاتھ اٹھانے کی بھی فرصت نہیں۔ رزق، محنت، برکت، نعمت اور بخشش یہ سب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بانٹ چکا ہوتا ہے۔ تب یہ ہاتھ جھاڑتے آنکھیں ملتے دنیا کے دھندوں کے لیے اٹھ بیٹھتے ہیں، احسان فراموش۔ یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے بہو بیگم!"

"میں نے تو اٹھایا تھا۔" پروین نے کمزور لہجے میں وضاحت دی۔

"ارے کیسی ماں ہو تم، بچوں کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہو۔ اُس دن کی تکلیف کے بارے میں کبھی سوچا ہے تم نے، جب ان کے جسم دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔" دادی کی تسبیح کے دانے تیزی سے گر رہے تھے اور ماتھے پر تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں اور غصے سے جسم الگ کانپ رہا تھا۔

روز دن کا آغاز دادی جان کی چیخ و پکار سے ہوتا تھا۔ ایک ایک کو نماز کے لیے آواز دیتیں، اپنی لاٹھی زور زور سے دروازوں پر مارتیں۔ سردیوں میں تو دروازے لاک کر کے ہی جان بخشی ہوتی، مگر گرمیوں میں خوب شامت آتی۔ سرِ شام صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کر کے چارپائیاں بچھادی جاتیں۔ ساری نمازیں، اپنی نگرانی میں پڑھواتیں۔ نماز کے لیے اٹھنا سوہانِ روح تھا، ذرا سی دیر پر دادی کی کڑک دار آواز کے ساتھ لاٹھی بھی کمر پر برستی۔ سب بچے پیٹھ سہلاتے باتھ روم کا رُخ کرتے اور الٹے سیدھے سجدے کر کے اندر کمرے میں جاکر سو جاتے۔

حنا! دادی جان کی نواسی تھی۔ ماں باپ کی وفات کے بعد نانی کی ذمہ داری بن گئی۔ ذویا، علینہ، علی اور عفان! دادی جان کے پوتے پوتیاں تھے۔ یہ تھے تو منہ کے کڑوے، مگر دل کے میٹھے۔ دادی پر جان دینے والے، مگر افسوس کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی محبت کو کبھی سمجھ نہ پائے۔ دادی جان نے نوّے کے ہندسے کو چھولیا تھا، مگر پچاس سے اوپر کو نہ جاتی تھی۔ عفان اور علی نے دادی کی اس کمزوری کو پکڑ لیا تھا، جدھر سے آتے ایک ہی سوال کرتے: "دادی جان! آپ کی عمر کتنی ہے؟" دادی کا غصہ آسمان کو چھونے لگتا اور دادی اماں کبھی جوتے مارتی تو کبھی لاٹھی، مگر تب تک علی اور عفان منظرِ عام سے غائب ہو جاتے۔

"دادی جان! آپ چاچو کی طرف کیوں نہیں جاتیں؟" کبھی موڈ میں علینہ جو سوال کرتی تو پھر علینہ کی شامت آنا لازمی تھی۔ ایسی نرالی تھیں مزاج کی ہماری دادی۔ ہماری محبت میں ہو تو "تم" اور "میں" کے فرق کو بھول جائیں اور غصے میں ہوں تو پھر کسی کی خیر نہیں۔

"حِنا! تمہارا اکَلر کافی ڈَل لگ رہا ہے۔ آج جا کے فِیشل وغیرہ کروالینا۔" حنا کو اپنے نیلز کو پالش کرتا دیکھ کر انھوں نے نرمی سے کہا۔

"ڈونٹ وری یار! میں ویسے بھی آج فِیشل کے لیے جانے والی تھی۔" دن بھر فرینڈز کے ساتھ گھومنا اور نت نئے فیشن اپنانا ہی اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔

"بیٹا! کبھی گھر پر بھی توجہ دے دیا کرو۔ ہر وقت گھر سے باہر گھومنا لڑکیوں کو زیب نہیں دیتا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ٹوکے بِنا نہ رہ سکی۔

علینہ پورے انہماک سے رسالہ پڑھنے میں مگن تھی' نہ ہی کوئی اطراف کا ہوش اور نہ ہی گرمی کا احساس۔ لائٹ نہ ہونے کے باوجود وہ موسم کی شدت سے بے نیاز پسینے میں شرابور ناول پڑھ رہی تھی 'کہ اچانک رسالہ ایک جھٹکے سے اس سے دور فاصلہ پے جا گرا' کچھ لمحے تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے' جب نظر اٹھا کر دیکھا تو دادی غصے سے گھورے جا رہی تھیں۔ انھوں نے رسالے پر لاٹھی کی ایسی ضرب ماری تھی کہ صفحے اپنی حالت پر نوحہ کناں تھے۔

"جب دیکھو ان خرافات میں منہ دیے پڑی رہتی ہو' ان جھوٹے قصے کہانیوں میں اپنا وقت اور عاقبت دونوں خراب کرتی ہو' کبھی اس روشن کتاب کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی تمہیں۔ مرنے کے بعد جب دین کے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گی؟ اپنا یہ منکا انکار میں ہلاؤ گی..." دادی نے یہ جملہ کہتے ہوئے اپنی لاٹھی علینہ کے سر پر بجائی تو علینہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"یہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے' آپ فکر مند ہونا چھوڑ دیں' آپ صرف اپنی آخرت کی فکر کریں' کیا پتا کب بلاوا آجائے' ہماری تو زندگی پڑی ہے' پڑھ لیں گے نماز اور قرآن' ہمارا تو جینا دوبھر کر دیا ہے آپ نے دادی جان' ہم اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتے۔ دوپٹہ سر پر اوڑھو' نماز پڑھو' جوان لڑکیوں کا چھتوں پر کیا کام' میوزک سننے والے کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا' یہ اونچے قہقہے کیوں لگا رہی ہو؟ قمیض کی اتنی فِٹنگ کیوں کروائی ہوئی ہے؟ یہ سب کیا ہے دادی جان! زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے آپ نے ہماری..." علینہ غصے میں یہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی' یہ دیکھے بغیر کہ اس کے الفاظ نے دو بوڑھی اندر کو دھنسی ہوئی آنکھوں کو نم کر دیا تھا۔

کچھ دیر کے لیے دادی کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا' مگر اُدھر کب پرواہ تھی' انہوں نے لرزتے قدموں سے اپنے کمرے کا رُخ کیا۔

ہم درد کے مارے سادہ لوگ
یوں ہم کو ستانا ٹھیک نہیں
کچھ دن کے ہیں مہمان یہاں
یوں ہم کو رُلانا ٹھیک نہیں
جب شام ڈھلے گی دھیرے سے
تب یاد بہت ہم آئیں گے
تم یاد کرو گے جب ہم کو
آنکھیں نَم ہو جائیں گی
جب تک ہم ساتھ تمہارے ہیں
ہم سے کترانا ٹھیک نہیں

دادی جان کا جسم بخار سے جل رہا تھا' مگر اس وقت ان کو جلتے ہوئے جسم سے زیادہ اپنے دل کی پرواہ تھی۔ صبح کو آنکھیں بوجھل تھیں کہ کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھیں' کافی دیر بستر میں پڑے رہنے کے بعد وہ بمشکل ہمت کر کے اٹھی تھیں' تبھی بہت زور کا چکر آیا تو بستر پر ڈھے گئی۔ پروین اور علی حسن خدمتوں میں لگ گئے۔ علاج جاری تھا' مگر لگتا تھا کوئی دوا اثر نہیں دکھا رہی۔ وہ چند دِنوں میں ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئیں۔ ٹُکر ٹُکر بچوں کو اور پورے گھر کو دیکھے جاتیں اور آنکھوں سے آنسوں گرتے رہتے' وہ سب بھی ان کی اس حالت پر دُکھی ہو جاتے۔ دادی جان نے ایک دن سب گھر والوں کو بلایا اور ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ سب دادی کی اس حرکت پر کٹ کر رہ گئے' اچانک دادی کا دل دھڑکنا بھول گیا اور ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ گر گئے۔ وہ سب دیوانہ وار دادی کو چومے جا رہے تھے۔ کب دادی نے ان کے گھر اور دنیا کو خیر باد کہہ دیا' انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

لاٹھی برسانے والے ہاتھ ساکت ہو گئے ہیں' عینک کے پیچھے سے گھورنے والی نگاہیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں ہیں۔ غور سے اعلان سننے والی کا آج اپنا اعلان ہو رہا تھا: "بائی خاتون' دختر کمال خان' زوجہ ریشم خان" کا شور سنائی دے رہا تھا اور دادی جان کسی کو خاموش نہیں کروا پا رہی تھیں۔ نہ اب کوئی پیٹ کے درد کا نسخہ بتانے والا تھا اور نہ کوئی نماز کے لیے اُٹھانے والا۔ وہ سب اس حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ دادی اب ہمارے ساتھ نہیں ہیں' چارپائی ان کے وجود سے خالی ہو چکی ہے۔ اس چارپائی کو خالی دیکھ کر وہ روتے نہ تھکتے تھے۔ ان کے ذِہنوں میں دادی ان کو چارپائی پر تسبیح پڑھتے نظر آتی' وہ سب ان کو آوازیں دیتے' بلاتے' لیکن اب ان کو واپس نہیں آنا۔ اب ذوبیہ' سمعیہ' مہناز گھنٹوں دادی کے بستر پر بیٹھے رہتے ہیں اور اُن کے لمس کو محسوس کرتے ہیں' اب دادی تو نہیں رہیں اور نہ لاٹھی اُن پر زور سے برستی ہے اور نہ چیخ و پکار اُن کی نیند میں خلل ڈالتی ہے' مگر پھر بھی نیند فجر کی اذان کے ساتھ ہی اُن کی آنکھوں سے جُدا ہو جاتی ہے اور وہ نَم آنکھوں سے اُن کی لاٹھی کو دیکھتے ہوئے فجر کی نماز کی تیاری کرتے ہیں' کیوں کہ یہی اللہ کو خوش کرنے اور اُن کو خوش کرنے کا ذریعہ ہے۔ بے شک بزرگ بہت بڑی نعمت ہیں اور انہی کے دَم سے گھر آباد ہوتے ہیں اور بہت کم ظرف لوگ ہوتے ہیں جو اُن کی قدر نہیں کرتے۔

رنج کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کے آنے والے
کیسی بے فیض سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

مہرالنساء، 11 سال، ہشتم، ٹھٹھہ

فضیلہ سلیم، 7 سال، کلاس اول، کراچی

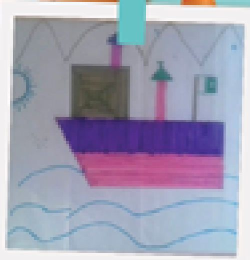

محمد حمزہ، 9 سال، کے جی ٹو، کراچی

عمر زاہد، 11 سال، بیت السلام، کراچی

بچوں کے فن پارے

نمرہ طارق، 15 سال، کلاس نہم، کراچی

ماریہ وسیم، 10 سال، پنجم، کراچی

اریبہ وسیم، 14 سال، نہم، کراچی

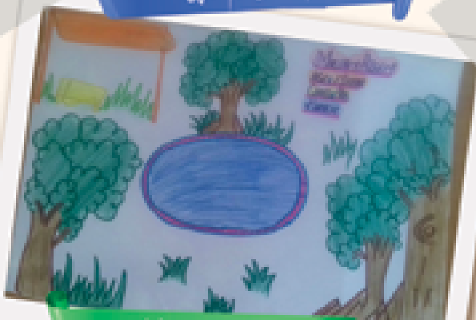

مریم عظیم، 15 سال، کلاس نہم، کراچی

محمد سدید، 12 سال، کلاس ہفتم، کراچی

حسین حیدر زیدی، 12 سال، ہفتم، کراچی

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

پیارے بچو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب تم اذان سنا کرو تو جو الفاظ مؤذن کہے، وہی تم بھی کہا کرو اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجا کرو، اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے، جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ پس جو شخص میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دُعا کرے گا تو اس پر میری شفاعت اُتر پڑے گی۔

پیارے بچو! کیا آپ اذان کو خاموشی سے سن کر اذان کا جواب دیتے ہیں؟ اور اذان کے بعد دیگر فارغ اوقات میں درود پاک کا وِرد رکھتے ہیں؟

ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہوگا، وہ مجھ سے قیامت کے دِن سب سے زیادہ قریب ہوگا۔

ماہنامہ فہم دین جنوری کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: اذان کی کتنی سنّتیں ہیں؟

سوال نمبر 2: سب سے پہلے مؤذن کون تھے؟

سوال نمبر 3: مرغ بانگ دے تو ہمیں کیا مانگنا چاہیے؟

سوال نمبر 4: حشام گرا تو اسے کس نے بچایا؟

سوال نمبر 5: عبدالواسع، حذیفہ اور سفیان کے بابا نے نماز سے واپسی پر انہیں کیا دلایا؟

سوال نمبر 6: بادشاہ نے مدرسہ بند کرنے کا ارادہ جس طالب علم کی وجہ سے بند کیا، اس کا کیا نام تھا؟

نومبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: درزی جان

سوال نمبر 2: نماز میں سجدے کی حالت میں

سوال نمبر 3: مدینہ منورہ

سوال نمبر 4: پڑوس میں زور زور سے ڈھول گانے کی وجہ سے۔

سوال نمبر 5: پیٹرولیم جیلی اور ململ کے کپڑے سے کپڑوں کو صاف کر کے دوا لگائی۔

سوال نمبر 6: ژیان پور والوں کی طرف سے دادا جی نے اللہ سے معافی مانگی۔

نومبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...روبیشہ عارف، 13 سال، ہفتم، میرپور خاص

2...فاطمہ، 12 سال، شعبہ حفظ کراچی

3...خولہ خالد، 15 سال، کلاس ہشتم، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

ض ایک حرف ایک کہانی

ضیا کے ضعیف دادا جی

ڈاکٹر الماس روحی

ضیا ایک ذہین لڑکا تھا۔ اس کے دادا جی بہت ضعیف تھے۔ وہ زیادہ تر سفید کپڑے پہنتے تھے۔ ان کی لمبی سی سفید داڑھی تھی۔ وہ عبادت کرتے اور لاٹھی کے سہارے چلتے تھے۔ دادا جی کو غصہ بہت کم آتا تھا۔ وہ ہمیشہ ضبط سے کام لیتے تھے اور گھر والوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے۔ دادا جی اپنے پوتے ضیا سے بہت محبت کرتے تھے اور اس کی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں فرق جانتے تھے۔ ضیا اپنے دادا جی کی ہر بات مانتا تھا۔ وہ ضدی لڑکا نہیں تھا۔ اسے ضد کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ضعیف دادا جی اس کے امتحان کے دنوں میں اپنے پوتے کی کامیابی کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ جب نتیجہ آتا تو ضلع بھر میں ضیا ہی نمایاں کامیاب ہوتا۔ اس خوشی میں دادا جی اس پورے ضلع میں مٹھائی تقسیم کرواتے اور سب کے لیے ضیافت کا اہتمام کرواتے۔ ان کا کہنا تھا کہ کھانا کھلانے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ دادا جی خود بھی ضخیم کتابیں پڑھتے تھے۔ دادا جی ضیا کو ایک اچھا انسان بنانا چاہتے تھے۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہتے : ”ایسا کام کبھی نہ کرنا جو خود پر اور ضمیر پر بوجھ بن جائے۔“ ضیا کے دادا جی ضعیف ہونے کے باوجود اس کے ساتھ کبڈی اور کشتی کھیلتے تھے۔ ضیا اپنے دادا جی کے کہنے کے مطابق اپنا وقت کبھی ضائع نہ کرتا اور اپنا سبق خوب یاد کرتا تھا۔ شام کو جب وہ باغ جاتے تو راستے میں ایک لوہار کی دکان دیکھتے جہاں لوہار لوہے پر ضرب لگاتا اور اس کی آواز دور تک سنائی دیتی۔ دادا جی اسے بتاتے کہ ہمت سے کام لینے اور محنت کرنے سے انسان اس لوہے کی طرح فولادی بن جاتا ہے۔ سمجھو کہ ضرب محنت ہے اور لوہا انسان ہے۔ ضیا! تم ضرور ایک کامیاب انسان بنو گے۔“ ضعیف دادا جی کی دعائیں رنگ لائیں اور ضیا ایک کامیاب انسان بنا۔ اب دادا جی تو نہیں تھے مگر ان کی باتیں اس کے لیے ضرب المثال بن چکی تھیں۔ ضیا کو اپنے بچپن میں اپنے دادا جی کی کہی گئی نصیحتیں بہت اچھی طرح سے یاد تھیں۔ اس نے ہمیشہ ضابطوں کا خیال رکھا اور ضروری اور غیر ضروری کاموں میں فرق کیا اس لیے وہ کامیاب بنا۔

ضعیف	بوڑھا	ضبط	برداشت
ضروری	اہم	غیر ضروری	غیر اہم
ضدی	ضد کرنے والا	ضلع	علاقہ
ضیافت	دعوت، کھانا کھلانا	ضمیر	انسان کی داخلی دنیا
ضرب	چوٹ	ضرب المثال	ایسی بات جس کے پیچھے نصیحت ہو
ضابطوں	قوانین		

مفت کی نیکیاں

اہلیہ محمد فیصل

ارے! اتنا بڑا پتھر وہ بھی بیچ سڑک، کس نے رکھ دیا۔ انصر، علی اور بلال جب اسکول کی گلی پار کر کے اگلی سڑک پر پہنچے تو تینوں اس طرح سے پڑے پتھر کو دیکھ کر چونکے۔

"چھوڑو ہمیں کیا؟ جلدی چلو دیر ہو رہی ہے۔" بلال بولا۔

"نہیں یار! تمہیں پتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا صدقہ ہے۔" (ابو داؤد)

اسی طرح حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص راستے سے ایک پتھر بھی ہٹادے تو اسے ایک نیکی ملتی ہے اور جس کی نیکی ہو گی وہ جنت میں داخل ہو گا۔" (بیہقی فی الشعب ترغیب) پھر تینوں نے مل کر وہ پتھر ہٹا کر سڑک کے کنارے کیا اور گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

امی آج ہم تینوں دوستوں نے ایک نیکی کی، راستے سے پتھر ہٹا کر۔" انصر نے کھانا کھاتے ہوئے امی کو بتایا۔

"امی میں نے بھی۔" عفرا چہک کر بولی۔

"وہ کیا؟" عائشہ نے پوچھا۔

"حنا نے اسکول کے دالان میں کیلے کے چھلکے پھینک دیے تھے، جسے میں نے اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا، ورنہ اس سے کوئی بھی پھسل سکتا تھا۔"

"شاباش! میرے بچے نیکی کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ سب سے ادنیٰ (آخری) درجہ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا اور سب سے اونچا درجہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" ہے۔" (ابن ماجہ، بخاری، مسلم)

"امی اس کے علاوہ اور کیا چیزیں ہیں جو تکلیف دہ ہو سکتی ہیں؟" عائشہ نے امی سے سوال کیا۔

"ہاں بیٹا! بہت اچھا سوال کیا آپ نے۔ کوئی ہڈی، پھلوں کے چھلکے، کنکر، پتھر اور اسی طرح کانٹے دار شاخ یا جھاڑی وغیرہ تکلیف دہ چیزیں ہیں۔ اسی طرح سڑک پر پانی بہانا، کیچڑ پھیلانا، غلاظت اور کوڑا پھینکنا بھی مسلمانوں کی تکلیف کا سبب بنتا ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آج کل سڑک کے کناروں کے بجائے درمیان میں گاڑی یا سواریاں روک کر کے گھنٹوں غائب ہو جانا، لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ ہمیں ان سب سے بچنا ہے اور صدقہ کی نیت سے اس میں بھی نیکی ملے گی اور یہ مفت کی نیکیاں ہیں۔"

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے تو میں نے اچھے اعمال میں سے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا پایا۔"

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ "ایک درخت تھا جو راستے میں لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے اسے راستے سے اکھاڑ کر الگ کر دیا۔ اس پر نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے اس آدمی کو جنت میں اس درخت کے سایہ میں کروٹ لیتے دیکھا ہے۔" (مسند احمد)

اب سب نے مزید نیکیوں میں بڑھنے کا امی سے وعدہ کر کے جزاک اللّٰہ کہا۔

MILLAT™

Quality Plastic Products

PARUS PLASTIC (Pvt) Limited.

Phone: +92 21 32593162, 0324 2266627, 0331 00PARUS (0072787)
E-mail: trade.enq@parusplastic.com | Website: www.parusplastic.com
Customer Feedback: cus.feedback@parusplastic.com

MANUFACTURER OF

- Kitchen Ware
- Bathroom Ware
- House Hold
- Food & Other Packagings

نیا سال

دعا ہے یا الٰہی! ایسا نیا سال آئے
ہر اِک بَلا وطنِ پاک سے نکال آئے
طلوع ہو آفتاب جگمگاتی صبح لیے
شبِ پُر نور سنبھالے ہوئے ہلال آئے
جلے تعَلیم کی شمع ہر ایک کُٹیا میں
علم کی روشنی ہر سمت سے بہر حال آئے
میسر سب کو ہو بجلی و گیس اور پانی
کرپشن، رشوت و چوری کا نہ سوال آئے
ملے علاج کی بروقت سہولت سب کو
طبیب جذبۂ خدمت سے مالا مال آئے
مٹیں حرام کمائی کے سب ذرائع شتاب
کہ سب کے پاس رزق طیّب و حلال آئے
رہے محفوظ سب کی جان و مال اور عزت
نہیں کسی کی وجہ سے کوئی ملال آئے
ملے انصاف امیروں غریبوں کو یکساں
عدالتوں کو ترازو کا استعمال آئے
مساوی طور پر سب کو حقوق پورے ملیں
ہمارے معاشرے میں ایسا اعتدال آئے
مٹا دے میرے وطن سے تمام ظلم و ستم
کہیں نہ اس وجہ سے کوئی بھی وبال آئے
گلی محلوں میں یوں بھائی چارگی پھیلے
کہ اپنے ساتھ پڑوسی کا بھی خیال آئے
ہمارے صوبوں میں ہو اس طرح کی یک جہتی
کبھی نہ دِل میں کسی کے کوئی بھی بال آئے
بنے اسلام کا مضبوط قلعہ پاکستان
یوں پوری دُنیا میں بن کر نئی مثال آئے
ایمان اس قدر مضبوط ہو کہ بہکانے
شیطان آئے تو کم زور اور نڈھال آئے
بنے اس قوم کا ہر فرد مومنِ کامل
ہاں! ایسا وقت بھی اے ربّ ذوالجلال آئے
کچھ اس طریقے سے پھولے پھلے یہ ارضِ وطن
بہار آنے والی ہر خزاں کو ٹال آئے
ہو مطمئن میرے وطنِ عزیز کا ہر شخص
حکومت جو بھی آئے ایسی بے مثال آئے
مشہور ہونے لگیں پاکستانی مصنوعات
ہماری صنعت و حرفت میں وہ کمال آئے
رہے نہ قرض کوئی ملک و قوم پر یارب
کہ دستِ غیب سے خوش حالیوں کا جال آئے
کرے امداد پاکستان سارے ملکوں کی
الٰہی! کاش ہمارا بھی ایسا حال آئے!
ہو ساری قوم یوں علم و فنون میں یکساں
ترقی یافتہ ملکوں کو پیچھے ڈال آئے
الٰہی! کر عطا وہ رعب سوھنی دھرتی کو
غلط ارادے سے دشمن کی کیا مجال آئے
بنیں ہم اس قدر مضبوط قوم کہ جوہؔر
قیامت تک نہ پاکستان کو زوال آئے

جوہؔر عباد

امتِ مسلمہ

بھلا دے غموں کو تو مسرور ہو جا
خدا کی طرف سے تو منصور ہو جا

صبح شام سنّت پہ تیرا عمل ہو
تُو دِن رات سنّت سے پُر نور ہو جا

زباں پر رہے تیری ذکرِ الٰہی
خدا کے ذکر سے تو معمور ہو جا

فجر ہو، ظہر ہو، عصر ہو کہ مغرب
عشاء کا بھی پابند بھرپور ہو جا

تُو کہہ دے نَفَس کو، بُتانِ حسن سے
تُو اب دور ہو جا، تُو اب دور ہو جا

کرے دُور تم کو جو سنّتِ نبی ﷺ سے
تو فی الفور اس سے بھی مہجور ہو جا

ترک کر گناہوں کی اِن لذّتوں کو
خدا کی محبّت میں تو طُور ہو جا

کرے دُور تجھ کو جو دِین متیں سے
اُسی وقت اُس سے تو رنجُور ہو جا

ترک کر، تکبّر ہے دھوکا سراسر
تو کر عاجزی اور مجرور ہو جا

تیرے لب پہ ہر دَم ہو نامِ محمد ﷺ
نبی ﷺ کی محبّت میں مخمور ہو جا

تری زندگی میں ہو سنّت نبی ﷺ کی
صحابہؓ کا تابع بھی بھرپور ہو جا

بخاریؔ تو دیں کی عطر میں مہک کر
خدا سے دُعا ہے کہ کافور ہو جا

سید جمیل بخاریؔ

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

تو چاہے تو ابھی پَل میں زمیں کو آسماں کر دے
اشارے ہی اشارے میں ہُوَیدا سب جہاں کر دے
خزاں دیدہ ہے گل زارِ محبت ملک و ملت کا
الٰہی فضل سے اپنے اُسے رشکِ جناں کر دے
تری عظمت کے قائل ہیں، مگر ہم تجھ سے غافل ہیں
تو ایسے بے عمل بندوں کو پابندِ اذاں کر دے
ہیں جتنے حرف سچائی کے دُنیا کی زبانوں میں
تو اپنے فیض سے اُن کو مرے وِردِ زباں کر دے
سفینہ میری ملت کا پھنسا ہے موجِ طوفاں میں
سمندر کو سکوں دے دے، ہوا کو باد باں کر دے
عَدُو بیٹھے ہوئے ہیں تاک میں ایمانِ وحدت کے
ہمیں ایمانِ وحدت کا الٰہی پاسباں کر دے
جمیلِ بے نَوا کو بھی شرف حاصل ہو مِدحت کا
اُسے تو اپنی قدرت سے عطا زورِ بیاں کر دے

جمیل عظیم آبادی

نعتِ رسول مقبول ﷺ

ہے اسمِ محمد سے اتنی عقیدت
کہ بھر جاتی ہے جان و دِل میں محبت
وہ دونوں جہاں کے شہنشاہِ اعلیٰ
انہوں نے ہی آ کر انساں کو سنبھالا
صداقت، شرافت میں وہ بے مثالی
نہ خالی گیا در سے کوئی سوالی
بہادر وہ سارے زمانے سے بڑھ کر
راہِ حق میں دیکھا نہیں پیچھے مُڑ کر
وہ غارِ حرا سے وحی لے کر آئے
غریبوں کی خاطر خوشی لے کر آئے
وہ جب اپنے ہونٹوں پہ قرآن لائے
صحابہؓ بھی اُن پر ایمان لائے
دِلوں میں مکین احمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں
نثار اُن پر ہم، وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

مرسلہ: خزیمہ قدیر، ۱۱سال، کلاس پنجم، کراچی

1857ء کی ایک نصیحت آمیز حکایت

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ماموں جو ایک آزاد منش درویش تھے، انھوں نے ۱۸۵۷ کی جنگِ آزادی کے زمانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مقام پر بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک لالہ جی (بنیا) دور کھڑے ہو کر تماشا دیکھ رہے تھے۔ لاشوں میں سے ایک زخمی جو ابھی مرا نہیں تھا، اس نے لالہ جی کو آواز دی کہ لالہ جی! یہاں آؤ۔ لالہ جی گھبرا گئے اور بھاگنے لگے کہ مردہ بول اُٹھا۔ اس نے پھر آواز دی کہ لالہ جی گھبراؤ نہیں، میں مردہ نہیں ہوں، بل کہ زخمی ہو گیا ہوں اور مرنے والا ہوں اور میری کمر میں بہت سے روپے بندھے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ خیال آیا کہ اب یہ روپے میرے کام کے تو نہیں، تمھیں ہی دے دوں۔ تمھارے کام آجائیں گے۔ روپے کا کام سن کر لالہ جی پھِسل گئے اور ڈرتے ڈرتے زخمی کے پاس گئے، جب بالکل قریب آگئے تو زخمی نے تلوار اُٹھائی اور لالہ جی کی ٹانگ کاٹ دی، اب لالہ جی گر پڑے، مگر گرتے ہی اس کی کمر ٹٹولی کہ روپیہ تو سنبھالوں۔ زخمی نے کہا لالہ جی! تم باؤلے ہوئے ہو! کوئی میدانِ جنگ میں بھی روپیہ باندھ کر لایا کرتا ہے، بس بات اتنی ہے کہ یہاں سب مردے پڑے ہیں اور میں تنہا زندہ ہوں اور رات ہو رہی ہے۔ میں نے چاہا کہ بات چیت کے لیے آدمی ہو تو رات آسان ہو جائے گی۔ تمھیں ویسے ٹھہرنے کو کہتا تو تم کہاں رُکتے۔ میں نے اُنس کے لیے تمھیں اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ لالہ جی غصے میں بھر کر بولے کہ مگا مگا اُوت کے اوت، نہ خود چلے، نہ دوسروں کو چلنے دے۔ ماموں صاحب نے یہ حکایت بیان کر کے سنایا کہ آج اللہ کے راستے میں لوگوں کا یہی حال ہے کہ خود تو چلتے ہی نہیں، کوئی دوسرا چلنا چاہے تو اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

(مفتی عبد الرؤف سکھروی، مجالسِ مفتی اعظمؒ، ص:۳۸۶)

امام رازیؒ کا اہلِ پاکستان پر احسان

ہم اہلِ پاکستان کا بھی امام رازیؒ سے ایک خاص تعلق ہے اور ایک اعتبار سے ہر پاکستانی پر امام رازیؒ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ وہ اس احسان کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ اگر آپ نے برّصغیر کی تاریخ پڑھی ہو تو آپ کو معلوم ہو گا کہ محمد بن قاسمؒ کی فتح سندھ ملتان کے علاقے تک ہوئی تھی اور اس کے آگے وہ نہیں آسکا۔ محمد بن قاسمؒ کے واپس جانے کے بعد جب سلطنت بنو امیہ کم زور پڑی تو بعض لوگوں نے سلطنت بنو امیہ کے مختلف علاقوں خاص طور پر دُور افتادہ علاقوں اور صوبوں میں اپنی اپنی ذاتی خود مختار حکومتیں قائم کرلیں۔ پھر بنو عباس کے آنے کے بعد دوبارہ مرکزی حکومت سے تعلق قائم ہوا۔ جب بنو عباس کی حکوت کم زور ہوئی تو اس سے فائدہ اُٹھا کر سندھ اور ملتان کے علاقوں پر باطنیوں اور قرامطہ نے قبضہ کرلیا اور زور شور سے اس پورے علاقے کو باطنیت کا مرکز بنانا چاہا۔ مسلمانوں میں اکثریت سیدھے سادے نومسلموں کی تھی، وہ باطنیوں کی اِن سازشوں کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ باطنی زور و شور سے یہاں کے ہندوؤں کو بجائے مسلمان بنانے کے اسماعیلی بنا رہے تھے اور کم زور مسلمانوں کو بھی اسماعیلیت کے فریب میں مبتلا کر رہے تھے، اسی زمانے میں یہاں کے لوگوں نے افغانستان کے حکم رانوں سے اپیل کی کہ آکر اِن کی مدد کریں اور اسماعیلیوں کی سازشوں کو ختم کریں۔

برّصغیر کی تاریخ میں یہ ایک عجیب واقعہ رہا ہے کہ جب بھی یہاں کے مسلمانوں کو کوئی پریشانی لاحق ہوئی اور وہ یہاں کسی غیر اسلامی قوت کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے تو انھوں نے مدد طلب کرنے کے لیے ہمیشہ افغانستان ہی کی طرف دیکھا اور وہ بھی ہمیشہ مدد کے لیے آئے۔ چناں چہ افغانستان کے حکم ران شہاب الدین غوریؒ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں۔ اسی زمانے میں ہندو راجہ پرتھوی راج نے بھی سر اُٹھار کھا تھا اور وہ اس پورے علاقے میں سندھ اور ملتان سے لے کر کشمیر اور راجستھان تک پھیلا ہوا تھا، مسلمانوں پر مظالم کر رہا تھا۔ غرض یہ پورا علاقہ پرتھوی راج کے مظالم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ پرتھوی نے ایک بہت بڑی سلطنت بنالی تھی۔ موجودہ پاکستان یعنی پشاور سے لے کر یوپی اور دہلی تک اور پورا سندھ اور راجپوتانہ تک کے علاقے اس کی حکومت میں شامل تھے۔

شہاب الدین غوریؒ نے مسلمانوں کو اس کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا، لیکن اس کا پہلا حملہ کام یاب نہ ہو سکا۔ افغانستان واپس پہنچ کر اس نے قسم کھائی کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک برّصغیر کے مسلمانوں کی مدد نہیں کر لوں گا اور شکست کا داغ اِن کے اوپر سے نہیں دھو دوں گا، چناں چہ شہاب الدین نے زور شور سے فیصلہ کن حملے کی تیاری شروع کی۔ افغانستان ہمیشہ سے ایک غریب ملک رہا ہے۔ شہاب الدین غوریؒ کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے کہ ہندوستان جیسے دولت مند ملک اور پرتھوی راج جیسے بڑے راجہ سے ٹکر لے سکے۔ انھوں نے چندے کی اپیل کی، جس کے جواب میں امام رازیؒ نے ایک خطیر رقم چندے کے طور پر شہاب الدین غوریؒ کو دی، جس کی تفصیل بہت دِل چسپ اور عجیب ہے۔

امام رازیؒ کے دو صاحب زادے بہت حسین و جمیل اور لائق و فائق تھے۔ ہرات میں ایک بہت بڑا تاجر تھا، جس کی تجارت پورے علاقے میں پھیلی ہوئی تھی، اس کی دو بیٹیاں تھیں اور اس کے پاس دولت بھی بے حساب تھی، وہ ایک علم دوست شخص تھا، اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے دونوں بیٹیاں امام رازیؒ کے سپرد کر دیں اور درخواست کی کہ اِن کا خیال بھی رکھیں اور جوان ہونے پر اپنے تعلیم یافتہ اور خوب رُو صاحب زادوں سے اِن کی شادیاں کر دیں۔ امام رازیؒ نے ایسا ہی کیا۔ یوں وہ ساری دولت امام رازیؒ کے گھر میں آگئی۔ امام رازیؒ نے یہ تمام دولت قرض کے طور پر شہاب الدین غوریؒ کے حوالے کر دی۔ اس سے لشکر تیار ہوا اور اس لشکر نے پرتھوی راج کو شکست دی اور یوں اسماعیلیوں کے چنگل سے یہ علاقہ آزاد ہو گیا۔ پہلی مرتبہ شہاب الدین غوریؒ نے یہاں آزاد مسلم مملکت قائم کی اور آج تک اللہ کے فضل و کرم سے یہاں آزاد مسلم مملکت قائم ہے۔ اس طرح ہم سب امام رازیؒ اور شہاب الدین غوریؒ کے مرہونِ منت ہیں۔ امام کا پیسہ نہ ہوتا اور غوریؒ کا حوصلہ اور ہمت نہ ہوتی تو شاید آج یہ جگہ اسلام کے زیرِ نگیں نہ ہوتی۔

(ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ قرآنی، ص:۲۱۱)

آپ کے اشعار

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب
ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

نہ تھا کچھ، تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
مرزا اسد اللہ خان غالب

مری حقیقتِ ہستی، یہ مشتِ خاک نہیں
بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی، پتا میرا
اکبر الہ آبادی

دیکھ مری انمول شرافت، لُٹ کر بھی شرمندہ ہوں میں
جیت بھی لی اخلاص کی بازی، ہار بھی اپنی مان رہا ہوں
قتیل شفائی

اپنی تو اجالوں کو ترستی ہیں نگاہیں
سورج کہاں نکلا ہے، کہاں صبح ہوئی ہے
حبیب جالب

عشق ہے اپنی وفاؤں سے بھی شرمایا ہوا
عقل ہے اپنی خطاؤں پر بھی اترائی ہوئی
حفیظ جالندھری

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم
ساحر لدھیانوی

ہوں تو میں دیوانہ لیکن ایسی کہہ دیتا ہوں بات
جو کہ بیٹھا پاس میرے، ہو کے قائل اٹھ گیا
بہادر شاہ ظفر

اتنا تو کم از کم کھو جائے انسان تلاشِ منزل میں
منزل کا ذرا بھی ہوش نہ ہو اور سامنے منزل آ جائے
بہزاد لکھنوی

جسے آپ گنتے تھے آشنا، جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہی ہوں مومنؔ مبتلا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
حکیم مومن خان مومنؔ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

جنوری 2017ء بمطابق ربیع الثانی 1438ھ

جامعۃ بیت السلام کراچی، تلہ گنگ: سہ ماہی امتحان کے نتائج حسب سابق شاندار رہے

609 میں سے 287 طلبہ ممتاز، 217 جید جدا جب کہ 41 جید رہے، پر وقار تقریبات میں نتائج سنائے اور انعام تقسیم کیا گیا

کراچی +تلہ گنگ (نمائندہ خصوصی، نامہ نگار خصوصی) جامعہ بیت السلام کراچی اور تلہ گنگ میں ہونے والے سہ ماہی امتحان کے نتائج حسب سابق اس بار بھی شان دار رہے، دونوں جامعات میں درس نظامی اور عصری علوم کے 609 طلبہ نے امتحان میں شرکت کی، جن میں سے 287 ممتاز، 217 جید جدا اور 41 جید رہے۔ دونوں جگہ نتائج کا اعلان ایک سادہ اور پُروقار تقریب میں کیا گیا، جس میں معززین شہر اور علاقے کے طلبہ کے سرپرستوں اور والد حضرات نے شرکت کی۔ حفظ کے طلبہ نے قرآن کریم کی تلاوت مختلف لہجوں میں کی، جب کہ درس نظامی اور عصری علوم کے طلبہ نے عربی، اردو اور انگریزی میں تقریریں کی، نعتیہ کلام پیش کیا اور نظمیں پڑھیں۔ ان تقریبات کا نظم و نسق اور نقابت کا نظام طلبہ ہی نے انجام دیا، جامعہ بیت السلام کراچی کی تقریب میں صدر وفاق المدارس، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت فیوضہم نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ کراچی جامعہ میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلبہ نے حضرت مفتی عبدالجبار اور تلہ گنگ جامعہ کے طلبہ نے رئیس الجامعہ سے اپنا انعام حاصل کیا۔ دریں اثنا کراچی اور چترال میں 29 مکاتب میں مرکزی نظم کے تحت امتحان لیا گیا، اور طلبہ اور اساتذہ کی کارکردگی میں مزید بہتری کے لیے حسب معمول تعلیمی ورک شاپ منعقد کی گئی، یاد رہے مکاتب میں مقامی نظم کے زیر اہتمام ہر دو ماہ اور مرکزی نظم کے تحت ہر چھے ماہ بعد طلبہ کا امتحان لیا جاتا ہے، بہترین نتائج والے مکاتب کے اساتذہ کو انعام دیا جاتا ہے۔

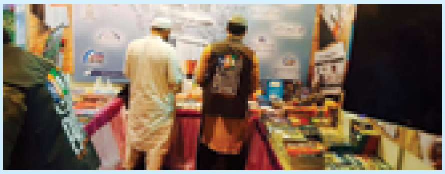

کراچی کتب میلے میں بیت السلام پبلی کیشنز کے اسٹال پر پانچوں دن ہجوم رہا

قارئین کی بیت السلام کے عربی، انگریزی اردو میگزین اور اصلاحی خطبات میں دل چسپی

کراچی (پ ر) 15 تا 19 دسمبر 2016 کو کراچی کے ایکسپو سینٹر میں لگنے والے 12 سالانہ کتب میلے میں حسب سابق اس سال بھی بیت السلام پبلی کیشنز نے اسٹال لگایا، اسٹال پر پانچوں دن بالعموم اور جمعہ و اتوار کو بالخصوص قارئین کی پر ہجوم آمد کا سلسلہ جاری رہا، بیت السلام کے شعبہ و نشر و اشاعت کے مطابق پبلی کیشنز کے عربی، اردو، انگریزی کے میگزین اور اصلاحی خطبات کی فروخت نے نیا ریکارڈ قائم کیا۔

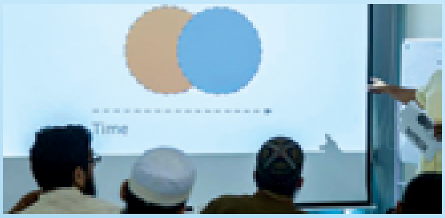

فارورڈ انسٹی ٹیوٹ میں انگریزی زبان کے دو شش ماہی کورس جاری

مبلغین اسلام کو تقریر، تحریر، ترجمہ و تشریح اور مقالات کی تیاری کی تربیت دی جارہی ہے

کراچی (پ ر) بیت السلام کے ذیلی ادارے فارورڈ انسٹی ٹیوٹ میں انگریزی زبان کے دو ایسے شش ماہی کورس کروائے جارہے ہیں جن میں طلبہ کو تقریر و تحریر، ترجمہ و تشریح مقالات و محاضرات کی تیاری کی مشق کروائی جاتی ہے، یہ کورس انگریزی زبان کے مشہور و معروف استاد جناب سید ابو زینب کروارہے ہیں۔ یاد رہے کورس کا دورانیہ ہفتے میں تین گھنٹے رکھا گیا ہے۔

J.
FRAGRANCES
THE ESSENCE OF MAGNIFICENCE
- GOLD EDITION -
zarar
FOR MEN
Gold Edition
J.
SYNERGYdentsu
Shop online at www.junaidjamshed.com
j.fragrances
fragrancesj
j.fragrances

Brighto
Inspired by Nature
Brighto
STAIN
FREE
EASY WIPE
اب دیواریں رہیں
صاف شفاف
بِنا رنگ اُڑائے!
Brighto
PAINTS
brighto.paints
Toll Free 08000-1973
www.brightopaints.com